قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 6؍اگست 2022ء | 8؍محرم 1444 ہجری قمری | 6؍ظہور 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:163

فرمانِ رسولؐ

حضرت شریحؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مہمان کی عزت کرے اور ایک دن رات سے تین دن رات تک اسے مہمان رکھے۔ اگر اس سے زائد عرصہ مہمان اس کے پاس ٹھہرتا ہے اور وہ اس کی مہمان نوازی کرتا ہے تو یہ اس کی طرف سے صدقہ اور نیکی کی بات ہوتی ہے اور مہمان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ بلا اجازت اس کے ہاں ٹھہرا رہے۔ اور میزبان کو تکلیف میں ڈالے۔

(ابوداؤد کتاب الاطعمة باب فی الضیافة، مسند احمد)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

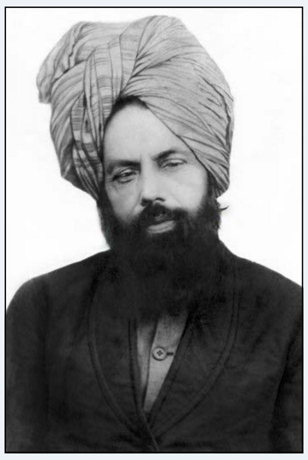

ہنوز لوگ ہمارے اغراض سے واقف نہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں کہ وہ بن جائیں۔ وہ غرض جو ہم چاہتے ہیں اور جس کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ وہ پوری نہیں ہوسکتی جب تک لوگ یہاں بار بار نہ آئیں اور آنے سے ذرا بھی نہ اُکتائیں۔

جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ آنے میں اس پر بوجھ پڑتا ہے۔ یا ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں ٹھہرنے میں ہم پر بوجھ ہوگا۔ اسے ڈرنا چاہئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر سارا جہان ہمارا عیال ہو جائے تو ہمارے مہمات کا متکفل خدا تعالیٰ ہے۔ ہم پر ذرا بھی بوجھ نہیں۔ ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے۔ یہ وسوسہ ہے جسے دلوں سے دور پھینکنا چاہئے۔ میں نے بعض کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہم یہاں بیٹھ کر کیوں حضرت صاحب کو تکلیف دیں۔ ہم تو نکمے ہیں۔ یوں ہی روٹی بیٹھ کر کیوں توڑا کریں۔ وہ یہ یاد رکھیں یہ شیطانی وسوسہ ہے جو شیطان نے ان کے دلوں میں ڈالا ہے کہ ان کے پیر یہاں جمنے نہ پائیں … ہمارے دوستوں کو کس نے بتایا ہے کہ زندگی بڑی لمبی ہے۔ موت کا کوئی وقت نہیں۔ کہ کب سر پر ٹوٹ پڑے۔ اس لئے مناسب ہے کہ جو وقت ملے اُسے غنیمت سمجھیں۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 455-456 ایڈیشن 1984ء)

انصار اللہ کا عہد

اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ

میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ارشادِ باری تعالیٰ

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲۸﴾

(التوبۃ: 128)

یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔ مومنوں کے لئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

ہر ایک کے حالات ایسے نہیں ہوتے کہ شروع سے آخر تک ایک جیسی مہمان نوازی کر سکے تو مہمان کو بھی حکم ہے کہ تم بھی گھر والوں کا خیال رکھو۔ اگر زیادہ قیام ہے تو پھر اس طرح رہو جس طرح گھر والا رہتا ہے اور گھر والوں کی کام کاج میں بھی کوئی مدد کی ضرورت پڑے تو وہ بھی کر دینی چاہیے ان ملکوں میں تو خاص طور پر۔ عموماً تو لوگ کرتے ہیں اور یہی ایک خوبصورت معاشرے کے لیے ضروری ہے۔ جہاں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ دوسرا شخص ہم پر بوجھ ہے وہاں خلوص اور محبت میں کمی آ جاتی ہے اور جب اس میں کمی آ جائے تو پھر حالات پُرسکون نہیں رہتے۔ پس مہمان کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مہمان کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے ذمہ جو فرائض ہیں ان کو ادا کرے۔ اگر مہمان کا حق ہے کہ مہمان نوازی کی جائے تو میزبان کا بھی حق ہے کہ مہمان اس کا حق ادا کرے اور اس پر بوجھ نہ بنے۔ مہمان کے اس حق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف چند روز تک محدود کیا ہے۔ یہاں انتظامیہ کو میں یہ بھی کہہ دوں کہ ہمارے جلسہ پر آئے ہوئے جو مہمان ہیں اگر ایک مہینہ بھی ٹھہرتے ہیں تو ہم نے ان کی مہمان نوازی کرنی ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھیں کہ تین یا چار دن کے بعد ہم نے مہمان نوازی ختم کر دینی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے کاموں کے حوالے سے لنگر خانے کے قیام کو بھی اپنی شاخوں میں سے ایک شاخ قرار دیا ہے۔

(ماخوذ از حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 221)

اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لنگر میں آنے والوں کے ساتھ جب بھی وہ آئیں جلسے کے دنوں میں نہیں عام حالات میں بھی اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ ہونا چاہیے۔

(خطبہ جمعہ 2 اگست 2019ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- مسئلہ عشق کے دوام کا ہے (منظوم)
- حسن اور حسین جوانانِ جنت کے سردار اور دنیا کے میرے دو پھول ہیں (حضرت محمدؐ)
- مجلس انصار اللہ کا قیام اور اس کے مقاصد
- أَصۡحَابِیۡ كَالنُّجُوۡمِ۔ اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیۡ أَصۡحَابِیۡ
- صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ کی لازوال قربانیاں

دربارِ خلافت

مجالس کے حقوق

اب بعض مجالس کے حقوق کا میں ذکر کرتا ہوں کہ مجلسوں کے آداب کیا ہیں، ان کے حقوق کیا ہیں اور ان میں بیٹھنا کس طرح چاہئے۔ آنحضرت ﷺ جب مجلس میں آتے آپؐ کی یہ کوشش ہوتی کہ کسی کو تکلیف نہ ہو اس لئے ہمیشہ اس حالت میں مجلس میں آیا جائے جو مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے لئے بھی آسانی کا باعث بنے اور ان کی طبیعتوں پر بھی اچھا اثر ڈالے۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ آپؐ کے وجود سے ایسی بُو آئے جس سے تکلیف ہو۔

(مسند احمد بن حنبل باقی مسند الانصار)

دیکھیں کتنی نفاست ہے، حالانکہ آپؐ کے بارے میں بعض روایات میں آتا ہے کہ آپؐ کے جسم سے ایک عجیب طرح کی خوشبو اٹھا کرتی تھی، بدبو کا تو سوال ہی نہیں تھا۔ تو اصل میں تو یہ اظہار اپنی مثال دے کر دوسروں کے لئے تھا کہ آپؐ کی نفیس طبیعت پر گراں تھا کہ کوئی بھی ایسی حالت میں مجلس میں آئے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو۔ اس لئے جمعہ وغیرہ پر عیدین پر ہمیشہ خوشبو لگا کر آنے کی تلقین ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ یہ دن یعنی جمعہ کا دن عید ہے جسے اللہ نے مسلمانوں کے لئے بنایا ہے۔ جو کوئی جمعہ ادا کرنے کی غرض سے آئے اسے چاہئے کہ وہ غسل کرے اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگائے اور مسواک کرنا اپنے لئے لازمی کرلو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا باب ماجاء فی الزینۃ یوم الجمعۃ)

تو یہ بھی مجالس کے آداب میں سے ایک ادب ہے اور مجلس کے حقوق میں سے اس کا ایک حق ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’کہ انسان کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ جو شخص باطنی طہارت پر قائم ہونا چاہتا ہے وہ ظاہری پاکیزگی کا بھی لحاظ رکھے۔ پھر ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَیُحِبُّ الۡمُتَطَہِّرِیۡنَ (البقرہ:223) یعنی جو لوگ باطنی اور ظاہری پاکیزگی کے طالب ہیں میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ ظاہری پاکیزگی، باطنی طہارت کی مد اور معاون ہے۔‘‘ یعنی ظاہری پاکیزگی کی وجہ سے باطنی پاکیزگی بھی ہوتی ہے یا ہوسکتی ہے ... پس یاد رکھو کہ ظاہری پاکیزگی اندرونی طہارت کو مستلزم ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ کم از کم جمعہ کے دن ضرور غسل کرے، ہر نماز میں وضو کرے، جماعت کھڑی ہو تو خوشبو لگائے، عیدین اور جمعہ میں جو خوشبو لگانے کا حکم ہے وہ اسی بنا پر قائم ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے اجتماع کے وقت عفونت کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے غسل کرنے اور پاک صاف کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے سے سمّیت اور عفونت سے روک ہو گی‘‘۔ یعنی زہر اور عفونت سے روک ہو گی ’’جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی میں یہ قانون مقرر کیا ہے ویسا ہی قانون مرنے کے بعد بھی رکھا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 164 ایڈیشن 1988ء)

پھر آجکل گرمیوں میں اب یہاں بھی کافی گرمی ہونے لگ گئی ہے، پسینہ کافی آتا ہے تو خاص طور پر یہ اہتمام ہونا چاہئے کہ مسجدوں میں یہاں کیونکہ قالین بھی بچھے ہوتے ہیں اس لئے جرابوں کی صفائی کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔ روزانہ دھلی ہوئی جراب پہننی چاہئے۔ تاکہ مجلس میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ ہیں (کئی قسم کی طبائع کے لوگ ہوتے ہیں) وہ بھی بیٹھنے کو برا نہ منائیں۔ مجالس کے آداب کے ضمن میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک حدیث میں روایت اس طرح ہے یقیناً اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ کہے اور ہر وہ شخص جو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ کی آواز سنے اسے چاہئے کہ وہ کہے یَرۡحَمُکَ اللّٰہ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔ جہاں تک جمائی کا تعلق ہے کہ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنی استطاعت کے مطابق اسے دبانے کی کوشش کرے، بعض لوگ تو نہیں دبا سکتے لیکن کوشش یہ کرنی چاہئے کہ دبائی جائے۔ لیکن کم از کم یہ ضرور ہو فرمایا کہ منہ کھول کر ہاہا نہ کرے۔ کیونکہ جمائی شیطان کی طرف سے آتی ہے۔ یعنی سستی کا موجب ہوتی ہے اور وہ اس کے آنے پر ہنستا ہے۔

(ترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء ان اللہ یحب العطاس ویکرہ التثاؤب)

(خطبہ جمعہ 16 جولائی 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

مسئلہ عشق کے دوام کا ہے

مسئلہ عشق کے دوام کا ہے
نوکِ نیزہ پہ سر امام کا ہے

ایک ہے کربلا کہانی میں
اور قصہ یہ ملکِ شام کا ہے

محترم ہیں حسین سب کے لیے
رشتہ بھی سب کا احترام کا ہے

اک محبت ہے اک عقیدت ہے
شعر لکھا گیا سلام کا ہے

تو بھی سمجھا نہیں ہے کربلا کو
تیرا اسلام بھی تو نام کا ہے

خیمہ زن ہیں یہاں پہ غم سارے
ذکر اک عشق اور مقام کا ہے

وہ دیا ہے نہ دنیا والوں کا
وہ دیا دل کے میرے بام کا ہے

دیا جیم۔ فیجی

اداریہ

حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار اور دنیا کے میرے دو پھول ہیں (حضرت محمدؐ)

قسط دوم

تسلسل کے لئے دیکھیں الفضل آن لائن مؤرخہ 4/ اگست 2022ء

محرم کے مہینہ میں بکثرت درود شریف پڑھنے کی ہدایت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 24/اکتوبر 1982ء کو ایک مجلس عرفان میں جماعت احمدیہ کو خاص توجہ سے ان دنوں درود پڑھنے کی تاکید یوں فرمائی:

’’آجکل محرم کے دن ہیں۔ اس سلسلے میں ایک بڑی ضروری بات میں جماعت کو یاد کرانا چاہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے اہل بیت کے ساتھ ہر عاشق کو ایک روحانی تعلق ہونا چاہئے۔ یہ جو اختلافی مسائل ہیں یہ بالکل اور بات ہے۔ لیکن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپؐ کے اہل بیت سے عشق، یہ بالکل اور معاملہ ہے۔ یہ ایک لافانی مسئلہ ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوسکتی۔ اس لئے جماعت احمدیہ اس طرف خاص توجہ کرے اور ان ایام میں خصوصیت کے ساتھ آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے اہل بیت پر بکثرت درود بھیجے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی یہ جسمانی اولاد آپؐ کی روحانی اولاد بھی تھی، صرف جسمانی اولاد نہیں تھی۔ اس لئے نورٌعلیٰ نور کا منظر نظر آتا ہے۔حضرت امام حسنؓ کیا حضرت امام حسینؓ کیا اور باقی بہت سے ائمہ جو آپؐ کی نسل سے بعد میں پیدا ہوئے بہت بڑے بزرگ تھے اور عظیم الشان روحانی مصالح کو سمجھنے والے، صاحب کشف و الہام تھے‘‘

(روزنامہ الفضل ربوہ، 25 مئی 1983ء)

فرعون کی ہلاکت

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے 1400 سال قبل خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ’’محرم کا مہینہ ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کیا اور بنی اسرائیل کونجات دی اور میری امت کے خلاف بھی ایک فرعون کو خدا ہلاک کرے گا۔‘‘

درمنثور کی روایت میں تو یہاں تک آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو بدھ کے روز ہلاک کیا۔ دوسرا فرعون بھی محرم میں بدھ کے روز ہلاک ہوگا اور آخرین کو اس کے مظالم سے نجات ملے گی۔

(درمنثور جلد 6، صفحہ 135)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے بعد کسی مہینے میں روزے رکھنے ہوں تو محرم میں رکھو کیونکہ یہ شھر اللہ یعنی اللہ کا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں اللہ نے ایک قوم پر رحمت نازل کی تھی اور ایک اور قوم پر بھی اس ماہ میں رحمت نازل فرمائے گا۔

(جامع ترمذی، کتاب الصوم، باب صوم المحرم)

یہ پیشگوئی بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے 3 محرم 1409ھ بروز بدھ کو ایک معاند حق سے نجات عطا فرمائی اور اب بھی ترقیات و فتوحات کے دروازے کھولتا چلا جارہا ہے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس وقت بھی جماعت احمدیہ کا مرکز ایک دریا یعنی دریائے چناب کے کنارے آباد ہے۔ رویا میں حضرت مسیح موعود کو دریائے نیل دکھلایا گیا۔جس کا منبع چاند کی پہاڑیاں نامی جگہ ہے ویسے ہی چناب دراصل چن آب ہے۔

صلح اور بھائی چارے کا پیغام

محرم الحرام سے جو مناسبت حضرت حسینؓ کی ہے اس میں ایک اورلطیف مضمون مضمر ہے اور وہ صلح، امن، آشتی اور بھائی چارے کا مضمون ہے اور یہ مضمون حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام اور آپ کے کردار میں پنہاں ہے۔

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حسینؓ پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے ہم نے کہا حرب۔ آپ نے فرمایا نہیں اس کا نام حسین ہوگا۔

(اسد الغابہ جلد 2، صفحہ 18، ابن اثیر جزری)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا کردار تو ظاہر و باہر ہے کہ آپ نے قیام امن اور صلح و آشتی کے علم کو بلند رکھا۔

2005ء میں جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ میں احباب جماعت سے جن نیکیوں کے اپنانے کی توقع ظاہر فرمائی، ان میں صلح، صفائی اور پیار و محبت کی فضا پیدا کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا:

’’میاں بیوی کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے والے، صلح کی کوشش کرنے والے اور بھائیوں کو معاف کرنے والے بن جائیں گے‘‘

(روزنامہ الفضل ربوہ 3 جنوری 2006ء)

ایک عظیم سبق

جیسا کہ اوپر تحریر کیا جاچکا ہے کہ محرم اسلامی کیلنڈر ہجری تقویم کا پہلا مہینہ ہے گویا کہ نئے سال کا آغاز اس ماہ سے ہوتا ہے اور ہجری تقویم کا نیا سال 1444ھ ہمارا استقبال کر رہا ہے۔ ویسے تو تمام دن، تمام دور ایک جیسے ہوتے ہیں اور خدا کے بنائے ہوئے ہیں مگر بعض دنوں کو یا بعض ادوار کو تاریخی واقعات کے لحاظ سے اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔

اس لئے نئے سال یعنی محرم کی یکم نئے عزم اور ولولہ کی تجدید کا وقت ہے۔ بچے نئی کلاسوں میں جاتے وقت خوشی اور نئے عزم کے ساتھ نئے عہد باندھ رہے ہوتے ہیں اور اپنی سابقہ کوتاہیوں کو خیر باد کہہ رہے ہوتے ہیں اور ایک نئی ہمت، نئے ولولہ اور نئے جوش کے ساتھ نیک تمناؤں کے ساتھ زندگی کی نئی سیڑھی پر قدم رکھ دیتے ہیں۔ بعینہٖ اس نئے سال کے آغاز پر اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں پر نگاہ ڈالتے ہوئے دعاؤں کے ساتھ ان کو اپنے سے جدا کرنا ہے اور دعاؤں کے ساتھ نیکیوں کے نئے عزم کے ساتھ شکر کے جذبات کے ساتھ اس نئے سال میں داخل ہونا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2005ء کے اخیر میں 30 دسمبر کو قادیان دارالامان سے خطبہ جمعہ دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ نئے سال کا آغاز اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے کریں تا مزید انعامات نازل ہوں۔

نیز فرمایا تھا کہ ہر احمدی کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا چلا جائے کیونکہ شکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی مزید نعمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اس لئے شکر گذاری کرتے ہوئے نیکیوں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنا لیں۔ اپنی زندگیوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں بکثرت آنحضرت ﷺ پر درود بھیجیں۔ اللہ تعالیٰ کے شکر اور درود کو ہمیشہ کیلئے زندگی کا حصہ بنالیں۔ پس آگے بڑھیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے جھولیاں بھرنے کیلئے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ سب کو اس کی توفیق دے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ، 3 جنوری 2006ء)

اگر ہم ہر اسلامی سال اور عیسوی سال اور رمضان کے آغاز پر اگلی سیڑھی پر چڑھنے سے قبل اپنی بدیوں کو اور کم ازکم ایک کمزوری کو خیر باد کہیں اور ایک نیکی کو اپنائیں تو اللہ کی طرف ہجرت بھی نیک اور دیرپا سامان پیدا کرے گی۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے راستے میں جہاد کرنے والے، میری خاطر قربانیاں کرنے والے اور میری خاطر ہجرت کرنے والے، یہ بھی ایسے لوگ ہیں جو میرے قریبیوں میں سے ہیں جو میری رحمت سے وافر حصہ پانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ ہَاجَرُوۡا وَجٰہَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (البقرہ: 219) یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

ایمان کے ساتھ ہجرت کی اور جہاد کی شرط رکھی ہے اور یہ چیز پھر ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید دلاتی ہے۔ یہاں ہجرت سے مراد صرف ایک جگہ کو چھوڑنا ہی نہیں ہے کہ ہمیں اس لئے اسے چھوڑنا پڑا کیونکہ ان نیکیوں کو بجالانے میں کسی خاص جگہ پر یا کسی شہر میں یا ملکوں میں رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے بلکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ نفس کی خواہشوں کو چھوڑنے والے لوگ بھی اس زمرہ میں شامل ہیں جو اپنے نفس کو قربان کرنے والے ہیں، اپنی برائیوں کو ختم کرکے نیکیوں پر قائم ہونے والے ہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 5، صفحہ 67- 68)

بقیہ صفحہ 16 پر

ایم۔ ایم۔ طاہر

مجلس انصار اللہ کا قیام اور اس کے مقاصد

جماعت احمدیہ میں ذیلی تنظیموں کا قیام سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی خداداد ذہانت و فطانت اور علمی و انتظامی صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے افراد جماعت کے مرد وزن و بچوں کو اپنی عمر کے لحاظ سے ذیلی تنظیموں میں تقسیم کر کے ان کی روحانی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور جسمانی ترقی کے سامان منظم صورت میں پیدا فرمادیئے۔ یہ حضرت مصلح موعودؓ کا جماعت پر عظیم الشان احسان ہے۔

لجنہ اماء اللہ اور خدام الاحمدیہ کے قیام کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 26 جولائی 1940ء کو اپنے خطبہ جمعہ میں مجلس انصار اللہ کے قیام کا اعلان فرمایا اور حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کو اس کا پہلا صدر مقرر فرمایا۔ ابتدائی طور پر اس کے لئے قادیان کے انصار کی تنظیم سازی کی گئی اور پھر اس کو پورے ہندوستان اور بیرون ممالک تک پھیلا دیا گیا۔

آغاز میں مسجد مبارک قادیان میں تنظیم انصار اللہ کے اجلاسات ہوئے تھے۔ جن کا ریکارڈ محترم شیخ عبدالرحیم صاحب شرما (سابق کشن لعل) رکھتے تھے۔ جنوری 1943ء سے مجلس انصار اللہ کا دفتر گیسٹ ہاؤس دارالانوار کے ایک کمرہ میں قائم کر دیا گیا۔ تقسیم ملک کے بعد مجلس کا دفتر جودھامل بلڈنگ لاہور میں منتقل ہوا اور نئے مرکز کے قیام کے بعد یہ دفتر ربوہ میں قائم ہوگیا۔

مجلس انصار اللہ کے باقاعدہ دفاتر کا سنگ بنیاد حضرت مصلح موعودؓ نے 20فروری 1956ء کو ربوہ میں رکھا۔ ان مرکزی دفاتر کی مختلف ادوار میں توسیع ہوتی رہی۔ مجلس انصار اللہ کا پہلا دستور اساسی 1943ء کو منظور ہوا۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا پہلا سالانہ اجتماع 25 دسمبر 1944ء کو مسجد اقصیٰ قادیان میں ہوا۔ پاکستان میں پہلا سالانہ اجتماع نومبر 1955ء میں ہوا جس کا افتتاح حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا۔ سرزمین ربوہ میں آخری مرکزی اجتماع 28 تا30 اکتوبر 1983ء کو مسجد اقصیٰ ربوہ میں ہوا جس سے افتتاحی و اختتامی خطابات حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمائے تھے۔ 3نومبر 1989ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ذیلی تنظیموں کو ان کے ممالک تک محدود فرمایا۔ اور اب دنیا بھر میں ذیلی تنظیمیں اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے افراد جماعت کی روحانی ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔

مجلس انصار اللہ کے قیام کے اغراض و مقاصد اور ذمہ داریوں کے حوالہ سے اس مضمون کا مواد بانی تنظیم حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں ہی تحریر کیا جائے گا نیز انصار اللہ کے فرائض اور ذمہ داریوں کے بارہ میں خلفائے کرام نے انصار بھائیوں کو جو ہدایات فرمائی ہیں اس بارہ میں خلفائے کرام کے چند ارشادات پیش کروں گا۔ ان شاء اللہ

مجالس کے قیام کی غرض

حضرت مصلح موعودؓ ذیلی تنظیموں کے قیام کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ان مجالس کا قیام میں نے تربیت کی غرض سے کیا ہے۔ چالیس سال سے کم عمر والوں کے لئے خدام الاحمدیہ اور چالیس سال سے اوپر عمر والوں کے لئے انصار اللہ اور عورتوں کے لئے لجنہ اماء اللہ ہے۔ ان مجالس پر دراصل تربیتی ذمہ داری ہے۔ یاد رکھو کہ اسلام کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک شعر لکھ رہے تھے۔ ایک مصرعہ آپ نے لکھا کہ

ہر ایک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے

اسی وقت آپؑ کو دوسرا مصرعہ الہام ہوا جو یہ ہے کہ

اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اگر جماعت تقویٰ پر قائم ہوجائے تو پھر وہ خود ہر چیز کی حفاظت کرے گا۔ نہ وہ دشمن سے ذلیل ہوگی، اور نہ اسے کوئی آسمانی یا زمینی بلائیں تباہ کرسکیں گی۔ اگر کوئی قوم تقویٰ پر قائم ہوجائے تو کوئی طاقت اسے مٹا نہیں سکتی۔۔۔ پس مجلس انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماءاللہ کا کام یہ ہے کہ جماعت میں تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اس کے لئے پہلی ضروری چیز ایمان بالغیب ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ، ملائکہ، قیامت، رسولوں اور ان شاندار عظیم الشان نتائج پر جو آئندہ نکلنے والے ہیں، ایمان پیدا کرنا چاہئے۔ انسان کے اندر بزدلی اور نفاق وغیرہ اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب دل میں ایمان بالغیب نہ ہو۔ اس صورت میں انسان سمجھتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہے یہ بھی اگر چلا گیا تو پھر کچھ نہ رہے گا اور اس لئے وہ قربانی کرنے سے ڈرتا ہے۔

(سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 51تا55)

نوٹ: حضرت مصلح موعودؓ نے تقویٰ پیدا کرنے کے لئے ایمان بالغیب کے بعد اقامۃ الصلوٰۃ، انفاق فی سبیل اللہ، ایمان بالقرآن، بزرگان دین کا احترام اور یقین بالآخرت کو ضروری قرار دیا۔

نظام جماعت کو بیدار رکھنے کے لئے ذیلی تنظیموں کا قیام

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ’’میں نے جماعت میں خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ دو الگ الگ جماعتیں قائم کیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں ایسا ہوسکتا ہے کہ کبھی حکومت کے افراد سُست ہوجائیں اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کبھی عوام سُست ہوجائیں۔ عوام کی غفلت اور ان کی نیند کو دور کرنے کے لئے جماعت میں ناظر وغیرہ موجود تھے۔ مگر چونکہ ایسا بھی ہوسکتا تھا کہ کبھی ناظر سُست ہوجائیں اور وہ اپنے فرائض کو کما حقہ ادا نہ کریں۔ اس لئے ان کی بیداری کے لئے بھی کوئی نہ کوئی جماعتی نظام ہونا چاہئے تھا جو ان کی غفلت کو دور کرتا اور اس غفلت کا بدل جماعت کو مہیا کرنے والا ہوتا۔ چنانچہ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ اسی نظام کی دو کڑیاں ہیں اور ان کو اسی لئے قائم کیا گیا ہے تا کہ وہ نظام کو بیدار رکھنے کا باعث ہوں۔ میں سمجھتا ہوں اگر عوام اور حکام دونوں اپنے اپنے فرائض کو سمجھیں تو جماعتی ترقی کے لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ ایک نہایت ہی مفید اور خوش کن لائحہ عمل ہوگا۔ اگر ایک طرف نظارتیں جو نظام کی قائم مقام ہیں عوام کو بیدار کرتی رہیں اور دوسری طرف خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ جو عوام کے قائم مقام ہیں، نظام کو بیدار کرتے رہیں۔ تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کسی وقت جماعت کلّی طور پر گر جائے اور اس کا قدم ترقی کی طرف اٹھنے سے رک جائے۔ جب بھی ایک غافل ہوگا دوسرا اسے جگانے کے لئے تیار ہوگا۔ جب بھی ایک سُست ہوگا دوسرا اسے ہوشیار کرنے کے لئے آگے نکل آئے گا۔ کیونکہ وہ دونوں ایک ایک حصہ کے نمائندے ہیں۔ ایک نمائندہ ہیں نظام کے اور دوسرے نمائندہ ہیں عوام کے۔

(سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 80-81)

حقیقی انصار اللہ دائمی خلافت کے ضامن

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔ ’’یاد رکھو تمہارا نام انصار اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے مددگار۔ گویا تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ازلی اور ابدی ہے۔ اس لئے تم کو بھی کوشش کرنی چاہئے کہ ابدیت کے مظہر ہوجاؤ۔ تم اپنے انصار ہونے کی علامت یعنی خلافت کو ہمیشہ ہمیش کے لئے قائم رکھتے چلے جاؤ اور کوشش کرو کہ یہ کام نسلاً بعد نسل چلتا چلا جاوے اور اس کے دو ذریعے ہوسکتے ہیں۔ ایک ذریعہ تو یہ ہے کہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت کی جائے اور اس میں خلافت کی محبت قائم کی جائے۔ اسی لئے مَیں نے اطفال الاحمدیہ کی تنظیم قائم کی تھی اور خدام الاحمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ یہ اطفال اور خدام آپ لوگوں کے ہی بچے ہیں۔ اگر اطفال الاحمدیہ کی تربیت صحیح ہوگی۔ تو خدام الاحمدیہ کی تربیت صحیح ہوگی اور اگر خدام الاحمدیہ کی تربیت صحیح ہوگی تو اگلی نسل انصار اللہ کی اعلیٰ ہوگی۔ میں نے سیڑھیاں بنادی ہیں۔ آگے کام کرنا تمہارا کام ہے۔ پہلی سیڑھی اطفال الاحمدیہ ہے۔ دوسری سیڑھی خدام الاحمدیہ ہے۔ تیسری سیڑھی انصار اللہ ہے اور چوتھی سیڑھی خدا تعالیٰ ہے۔ تم اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرو اور دوسری طرف خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگو تو یہ چاروں سیڑھیاں مکمل ہوجائیں گی۔ اگر تمہارے اطفال اور خدام ٹھیک ہوجائیں اور پھر تم بھی دعائیں کرو اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرلو۔ تو پھر تمہارے لئے عرش سے نیچے کوئی جگہ نہیں اور جو عرش پر چلا جائے وہ بالکل محفوظ ہوجاتا ہے۔ دنیا حملہ کرنے کی کوشش کرے تو وہ زیادہ سے زیادہ سو دوسو فٹ پر حملہ کرسکتی ہے۔ وہ عرش پر حملہ نہیں کرسکتی۔ پس اگر تم اپنی اصلاح کرلو گے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کروگے تو تمہارا اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہوجائے گا اور اگر تم حقیقی انصار اللہ بن جاؤ اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرلو تو تمہارے اندر خلافت بھی دائمی طور پر رہے گی اور وہ عیسائیت کی خلافت سے بھی لمبی چلے گی۔

(سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 114-115)

خلافت کے ساتھ انصار کے نام کو ہمیشہ قائم رکھیں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں: ’’مسلمانوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت تھی۔ وہ برداشت نہیں کرسکتے تھے کہ دشمن آپؐ کی ذات پر حملہ آور ہو۔ اس لئے وہ بے جگری سے حملہ کرتے اور کفار کا منہ توڑ دیتے۔ ان کے اندر شیر کی سی طاقت پیدا ہوجاتی تھی اور وہ اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

یہ سچی محبت تھی جو صحابہؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ آپ لوگ بھی ان جیسی محبت اپنے اندر پیدا کریں۔ جب آپ نے انصار کا نام

قبول کیا ہے تو ان جیسی محبت بھی پیدا کریں۔ آپ کے نام کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہے اور خدا تعالیٰ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اس لئے تمہیں بھی چاہئے کہ خلافت کے ساتھ ساتھ انصار کے نام کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھو اور ہمیشہ دین کی خدمت میں لگے رہو۔ کیونکہ اگر خلافت قائم رہے گی تو اس کو انصار کی بھی ضرورت ہوگی۔ خدام کی بھی ضرورت ہوگی اور اطفال کی بھی ضرورت ہوگی۔ ورنہ اکیلا آدمی کوئی کام نہیں کرسکتا۔ اکیلا نبی کوئی کام نہیں کرسکتا۔ دیکھو حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حواری دیے ہوئے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کی جماعت دی۔ اسی طرح اگر خلافت قائم رہے گی تو ضروری ہے کہ اطفال الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ بھی قائم رہیں اور جب یہ ساری تنظیمیں قائم رہیں گی تو خلافت بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے قائم رہے گی۔ کیونکہ جب دنیا دیکھے گی کہ جماعت کے لاکھوں لاکھ آدمی خلافت کے لئے جان دینے پر تیار ہیں تو جیسا کہ میور کے قول کے مطابق جنگ احزاب کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ پر حملہ کرنے کی وجہ سے حملہ آور بھاگ جانے پر مجبور ہوجاتے تھے۔ اسی طرح دشمن ادھر کا رخ کرنے کی جرات نہیں کرے گا۔ وہ سمجھے گا کہ اس کے لئے لاکھوں اطفال، خدام اور انصار جانیں دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے اگر اس نے حملہ کیا تو وہ تباہ وبرباد ہوجائے گا۔ غرض دشمن کسی رنگ میں بھی آئے جماعت اس سے دھوکہ نہیں کھائے گی۔“

(سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 121)

جماعت کی دماغی نمائندگی انصار اللہ کرتے ہیں

بانی تنظیم انصار اللہ حضرت مصلح موعودؓ نے 1955ء کے سالانہ اجتماع انصار اللہ مرکزیہ سے خطاب کرتے ہوئے انصار اللہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:”اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جماعت کی دماغی نمائندگی انصار اللہ کرتے ہیں اور اس کے دل اور ہاتھوں کی نمائندگی خدام الاحمدیہ کرتے ہیں۔ جب کسی قوم کے دماغ، دل اور ہاتھ ٹھیک ہوں تو وہ قوم بھی ٹھیک ہوجاتی ہے۔ پس میں پہلے تو انصار اللہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو یا صحابی ہیں یا کسی صحابی کے بیٹے ہیں یا کسی صحابی کے شاگرد ہیں، اس لئے جماعت میں نمازوں، دعاؤں اور تعلق باللہ کو قائم رکھنا ان کا کام ہے۔ ان کو تہجد، ذکر الٰہی اور مساجد کی آبادی میں اتنا حصہ لینا چاہئے کہ نوجوان ان کو دیکھ کر خود ہی ان باتوں کی طرف مائل ہوجائیں۔ اصل میں تو جوانی کی عمر ہی وہ زمانہ ہے، جس میں تہجد، دعا اور ذکر الٰہی کی طاقت بھی ہوتی ہے اور مزہ بھی ہوتا ہے۔ لیکن عام طور پر جوانی کے زمانہ میں موت اور عاقبت کا خیال کم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے نوجوان غافل ہوجاتے ہیں لیکن اگر نوجوانی میں کسی کو یہ توفیق مل جائے تو وہ بہت ہی مبارک وجود ہوتا ہے۔ پس ایک طرف تو میں انصار اللہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے نمونہ سے اپنے بچوں، اپنے ہمسایہ کے بچوں اور اپنے دوستوں کے بچوں کو زندہ کریں اور دوسری طرف میں خدام الاحمدیہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اتنا اعلیٰ درجہ کا نمونہ قائم کریں کہ نسلاً بعد نسل اسلام کی روح زندہ رہے۔“

(سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 191-192)

اشاعتِ قرآن کا فریضہ

اشاعت قرآن انصار اللہ کا اوّلین فریضہ ہے۔ اس بارے میں توجہ دلاتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:”پھر فرمایا بِاَیۡدِیۡ سَفَرَۃٍ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ اور اس میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ اگر تم عزت حاصل کرنا چاہتے ہو اور نیکیوں میں ترقی کرنا چاہتے ہو تو تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم پر تمہارا Grasp (گراسپ) ہو۔ عبور ہو (بِاَیۡدِیۡ میں اسی طرف اشارہ ہے) اور قرآن کریم کے لکھنے اور پھیلانے میں تم کوشاں رہو۔ کیونکہ اشاعتِ قرآن انسان کو نیک بھی ٹھہراتی ہے اور پاک بھی ٹھہراتی ہے اور باعزت بھی ٹھہراتی ہے۔ جو آدمی قرآن کریم کو چھوڑتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزت نہیں پا سکتا اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزت پانا چاہتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں نیک ٹھہرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے عمل اور اپنے فعل اور اپنے قول سے قرآن کریم کی اشاعت کرنے والا ہو۔ جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے انصار اللہ کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ اشاعتِ قرآن کے لئے کوشاں رہیں۔ میں پھر دوبارہ بطور یاددہانی آج یہ نصیحت اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ جب آپ واپس جائیں اور جہاں بھی آپ ہوں دعائیں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے توفیق پاکر قرآن کریم کی اشاعت کی طرف متوجہ رہیں۔“

(سبیل الرشاد جلد دوم صفحہ 212)

جماعت کو بیدار رکھنے کی ذمہ داری

جماعت کو بیدار رکھنے کی ذمہ داری انصار اللہ پر ہے۔ اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:”جماعت میں بیداری قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جماعت کا ہر فرد بڑا بھی اور چھوٹا بھی۔ مرد بھی اور عورت بھی۔ جماعت کے اخبار اور رسالوں کو پڑھنے کی عادت ڈالے یا جو نہیں پڑھ سکتے ان کو سنانے کا انتظام کیا جائے۔ جب تک جماعت کے دوستوں کو یہ پتہ ہی نہیں لگے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں اور فضلوں کے نزول کے ساتھ ترقیات کی راہوں پر کس طرح کس تیزی کے ساتھ اور بلندیوں کی کس سمت میں ہمیں لے جا رہا ہے۔ ہم اس کا شکر بجا نہیں لا سکتے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے ہمارے دلوں میں وہ جذبہ ہی نہیں ہو سکتا۔

تو جماعت کو بیدار رکھنے کے لئے مرکز کے اخباروں اور رسالوں کا پڑھنا ضروری ہے اور ان اخباروں اور رسالوں کو پڑھنا اور پڑھوانا یہ انصار اللہ کی ذمہ داری ہے۔ یہ ذمہ داری انصار اللہ پر ہے کہ انہوں نے جماعت کو بیدار رکھنا ہے۔“

مزید فرمایا:”تو بیداری پیدا کرنے اور بیداری قائم رکھنے کی جو ذمہ داری مجلس انصار اللہ پر ہے، اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مجلس انصار اللہ کے اراکین زیادہ سے زیادہ وقف عارضی کے منصوبہ میں شامل ہوں اور کم از کم سال میں دو ہفتے تو خالصۃً اللہ اور اس کے دین کے لئے وقف کریں۔

اس کے علاوہ مجلس انصار اللہ پر یہ فرض بھی عائد کیا گیا تھا کہ وہ روزانہ کچھ نہ کچھ وقت جماعتی کاموں کے لئے دیں اور اس کی طرف بھی آپ دوست اپنے اپنے مقامات پر توجہ دیں اور ایسا پروگرام بنائیں کہ ہر رکن مجلس انصار اللہ روزانہ کچھ وقت دین کی راہ میں خرچ کرے۔“

(سبیل الرشاد جلد دوم صفحہ 67-68)

اردو پڑھنا جاننے اور مطالعہ کتب کی ذمہ داری

انصار اللہ کو ان کی دو اہم ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:”انصار اللہ چونکہ اپنے خاندان کے سرپرست ہیں اس لئے ان پر دو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ایک یہ کہ ہر خاندان کا ہر فرد اردو پڑھنا جانتا ہو۔ ہمیں جماعت میں تعلیم کا یہ کم سے کم معیار قائم کرنا پڑے گا ورنہ وہ برکتیں جو قرآن کریم کے ذریعہ ہمیں ملی ہیں اور جو سمندروں سے بھی زیادہ ہیں، ان سے ہم اپنے آپ کو بھی محروم کر رہے ہوں گے اور اپنی نسلوں کو بھی محروم کر رہے ہوں گے۔ اور دوسرے یہ کہ جو خاندان اردو پڑھنا جانتے ہیں، وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کریں۔“

نیز فرمایا:”میں آج آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے گھروں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے رکھنے اور ان کا مطالعہ کرنے اور بچوں کو سنانے کا انصار اللہ کے ذریعہ کوئی انتظام ہونا چاہئے اور اس کی کوئی خاطر خواہ نگرانی بھی ہونی چاہئے کہ عملاً ایسا ہو رہا ہے۔“

(سبیل الرشاد جلد دوم صفحہ 324 تا 328)

انصار اللہ کی ذمہ داریاں باقی تنظیموں سے زیادہ ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:”انصار اللہ کی عمر وہ عمر ہے جس کے بعد کسی اور مجلس میں شامل نہیں ہونا بلکہ دوسری دنیا کی طرف رخصت ہونا ہے۔ اس لئے جو دینی کاموں میں کمزوریاں رہ گئی ہیں ان کو دور کرنا اور ان کا ازالہ کرنا جس حد تک ممکن ہے انصار کو کرنا چاہئے کیونکہ پھر اس کے بعد دوبارہ یہاں واپس نہیں آنا۔ اور اس پہلو سے خدام اور دوسرے ذیلی شعبوں سے مجلس انصار اللہ کو زیادہ مستعد ہونا چاہئے اور زیادہ ان کے دل پر بوجھ پڑنا چاہئے۔ انبیاء کا سب کا یہی حال رہا ہے۔ جوں جوں عمر بڑھتی ہے اور بڑھاپے کی عمر میں وہ داخل ہوتے ہیں کام کی ذمہ داریاں ان پر بڑھتی چلی جاتی ہیں اور پہلے سے زیادہ محنت اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی یہی روایتیں ہیں کہ آخری ایام میں تو یوں لگتا ہے جیسے کوئی شخص غروب ہوتے ہوئے سورج پر نظر کرتے ہوئے جب کہ ابھی منزل دور ہو بہت تیزی سے قدم اٹھاتا ہے اور بار بار توجہ کرتا ہے کہ کہیں دن غروب نہ ہو جائے۔ اس کیفیت سے آپ نے آخری عمر میں کاموں کے بوجھ زیادہ بڑھا لئے اور زیادہ اس احساس کے ساتھ کہ جو کچھ بھی اب مجھ سے ممکن ہے میں کرلوں، ان کی ذمہ داریاں ادا فرمائیں۔ پس انصار کا ایک یہ پہلو ہے جو پیش نظر رہنا چاہئے۔

دوسرا یہ کہ انصار کی ذمہ داریوں میں طبعی طور پر ان سے نچلی تمام نسلوں کی ذمہ داریاں داخل ہیں۔ بچوں کی تربیت میں بھی انصار سب سے اچھا کردار ادا کرسکتے ہیں، خواتین کی تربیت میں بھی انصار سب سے اچھا کردار ادا کرسکتے ہیں اس میں بالعموم نفس کی ملونی کا خطرہ باقی نہیں رہتا۔ اس پہلو سے مجلس انصار اللہ کو مستعد بھی ہونا چاہئے اور اپنی ذیلی تنظیموں کی تربیت پر بھی نظر رکھنی چاہئے۔ تربیت کے لحاظ سے ذمہ داری ادا کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ خدام الاحمدیہ کے انتظام میں دخل دیں، لجنہ کے انتظام

میں دخل دیں بلکہ گھر کے بڑوں کے طور پر، ایک معزز شہری کے طور پر جس حد تک نیک نصیحت کے ذریعے وہ اپنی سے نچلی نسلوں کی تربیت کے کام سر انجام دے سکتے ہیں ان کو دینے چاہئیں۔‘‘

(سبیل الرشاد جلد سوم صفحہ 426-427)

انصار کی تین اہم ذمہ داریاں

مجلس انصار اللہ جرمنی کے سالانہ اجتماع 2007ء کے موقع پر اپنے پیغام میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے انصار اللہ کو ان کی تین اہم ذمہ داریوں 1۔ قیام نماز 2۔قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے 3۔تربیت اولاد کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’ انصار اللہ کی سب سے اہم ذمہ داری پنجوقتہ نمازوں کا قیام ہے۔قرآن کریم نے مومنوں کی سب سے پہلی یہی علامت بیان فرمائی ہے کہ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ یعنی وہ نمازوں کو قائم کرتے ہیں۔اس کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز کی ادائیگی کی بہت تاکید فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ مومن اور کافر میں فرق کرنے والی شئے نماز ہے۔ایک حدیث میں اس طرح بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نئی جماعت آئی انہوں نے نماز کی معافی کی درخواست کی۔آپ نے فرمایا کہ جس مذہب میں عمل نہیں وہ مذہب کچھ نہیں۔۔۔ حضرت مسیح موعودؑ نے نماز کی ادائیگی کی بہت تاکید فرمائی ہے اور میں آپ کو ذَکِّرۡ فَاِنَّ الذِّکۡرٰی تَنۡفَعُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (الذاریات:56) کے تحت یاد دہانی کرواتا ہوں کہ انصار اللہ نے نمازوں کے قیام کے لئے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی ہیں۔خود بھی پنجوقتہ نمازوں پر قائم ہوں اور اپنی بیویوں اور اولادوں کو بھی اس کا عادی بنائیں۔پانچوں نمازیں وقت پر ادا کریں اور انہیں ہرگز ضائع نہ کریں۔نمازیں بار بار پڑھیں اور اس خیال سے پڑھیں کہ آپ ایسی طاقت والے کے سامنے کھڑے ہیں کہ اگر اس کا ارادہ ہو تو ابھی قبول کر لیوے۔یہ آپ کی نسلوں کی روحانی پاکیزگی کی ضمانت ہے۔دنیا کے گند اور آلائشوں سے بچانے کا ذریعہ ہے۔یہ سیئات کو دور کرتی ہے۔

دوسری اہم ذمہ داری انصار اللہ کی یہ ہے کہ وہ خود بھی قرآن کریم سیکھیں اور اپنی اولادوں کو بھی سکھائیں۔اور پھر ہر گھر میں تلاوت قرآن کا اہتمام اور التزام ہو۔اگر آپ خود روزانہ اس کی تلاوت کریں گے تو آپ کے بچے اس سے نیک اثر لیتے ہوئے تلاوت کے عادی بن جائیں گے۔میں نے واقفین نو بچوں کو یہ ہدایت کی ہوئی ہے کہ وہ روزانہ کم از کم دو رکوع کی تلاوت کیا کریں۔آپ نے ان واقفین نو کی تربیت کرنی ہے تو آپ کو اپنا عملی نمونہ ان کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔روزانہ کچھ رکوع تلاوت ضرور کیا کریں کوئی وقت اس کے لئے مقرر کریں سب سے اچھا وقت تو فجر کی نماز کے بعد ہے۔اس لئے کوشش کریں کہ فجر کے بعد اس کا التزام ہو۔

تیسری ذمہ داری جس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ بچوں کی تربیت ہے۔یہ بھی انصار اللہ کا کام ہے کہ وہ احمدی بچوں کی تربیت کی فکر کریں۔جیسا کہ میں نے نماز اور تلاوت قرآن کریم کا ذکر کیا ہے۔اگر ان دو امور پر احمدی بچے قائم ہوجائیں تو ان کی احسن تربیت ہوگی۔وہ یورپ کے گند اور دنیاوی آلائشوں سے پاک ہوجائیں گے۔تربیت کے مضمون میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ ماں باپ جتنی مرضی زبانی تربیت کریں اگر ان کا اپنا نمونہ اور کردار ان کے قول کے مطابق نہیں تو بچوں کی تربیت نہیں ہوسکتی۔بچے کمزور پہلو کو لے لیں گے اور مضبوط پہلو کو چھوڑ دیں گے۔اس لئے آپ کو اپنا عملی نمونہ پیش کرنا ہوگا۔نمازوں پر قائم ہونا پڑے گا۔تلاوت قرآن کریم کا روزانہ اہتمام کرنا ہوگا۔گھروں میں پاکیزہ ماحول اور پاکیزہ باتیں رواج دینی ہوں گی۔گھروں میں نظام جماعت کے خلاف باتیں نہ ہوں جن سے بچوں کی تربیت پر بُرا اثر پڑے۔میں نے خود دیکھا ہے کہ وہ گھر جن میں نظام جماعت کے خلاف باتیں ہوتی ہیں ان کے بچے جماعت سے دور ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ دہریہ ہو جاتے ہیں۔پس اگر آپ نے اپنے بچوں کو احمدیت، حقیقی اسلام پر قائم رکھنا ہے تو ان کے دلوں میں خلافت احمدیہ اور نظام جماعت کی محبت اور احترام پیدا کریں اور یہ تبھی ہوگا جب یہ محبت اور احترام آپ کے دلوں اور آپ کے عملی نمونہ سے پھوٹ رہا ہوگا۔

(سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 187تا189)

انصار اللہ سے خلیفہ وقت کی توقعات

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ کی اشاعت کے 50سال پورے ہونے پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام میں انصار بھائیوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’جماعت کی ذیلی تنظیموں کے نظام میں انصار اللہ کی تنظیم ایسی ہے جس کے ممبران اپنی اس عمر کو پہنچ جاتے ہیں جس میں انسان کو اپنی زندگی کے انجام کے آثار نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں اور بڑی تیزی سے اس انجام کی طرف قدم بڑھتے چلے جاتے ہیں۔اور اس انجام کا خوف اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ خالص ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور جھکے اور اس کا قرب چاہے۔اس کا ایک ذریعہ نماز ہے جسے تمام عبادتوں میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔گزشتہ دنوں ہم رمضان کے مہینے سے گزرے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ ان دنوں میں کمزوروں میں بھی ایک خاص تبدیلی پیدا ہوئی ہوگی اور نمازوں کی طرف ہر کسی نے توجہ دی ہوگی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو عبادت کا مغز قرار دیا ہے۔اس میں سب دُعائیں آجاتی ہیں۔اگر کلمہ طیّبہ مسلمان ہونے کا زبانی اقرار ہے تو نماز اس کی عملی تصویر ہے۔

پس میری پہلی نصیحت تو یہ ہے کہ نمازوں میں باقاعدگی اختیار کریں اور اپنی آئندہ نسلوں کیلئے نیک نمونہ قائم کریں۔

دوسری بات قرآن کریم کی تلاوت، احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ ہے۔ہر مرتبہ پڑھنے سے نئے نئے معنی کھلتے ہیں۔یہ مطالعہ جہاں آپ کو معرفت میں بڑھائے گا وہاں اس سے آپ کے بچوں کیلئے بھی ایک نیک نمونہ قائم ہوگا اور آپ کا یہ علم دعوت الی اللہ کے میدان میں بھی آپ کا مددگار ثابت ہوگا۔

تیسری بات دین کی خاطر مالی قربانیوں کی طرف توجہ دینا ہے۔میں نے صف دوم کے انصار کو نظام وصیت میں شامل ہونے کی طرف توجہ دلائی تھی۔ہر مجلس کی سطح پر اس کیلئے کوشش ہونی چاہئے۔اس نظام میں شامل ہونے والوں کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی دُعائیں کی ہیں۔اسی طرح دوسری مالی تحریکات بھی ہیں۔ان میں بھی حصہ لیں اور اس حوالے سے اپنا جائزہ لیں کہ کیا ہم انصار اللہ ہونے کا حق ادا کر رہے ہیں؟

انصار اللہ کا ایک اور اہم کام خلافت سے وابستگی اور اُس کے استحکام کیلئے کوشش کرنا ہے۔جماعت اور خلافت ایک وجود کی طرح ہیں۔افراد جماعت اس کے اعضاء ہیں تو خلیفۂ وقت دل و دماغ کے طور پر ہیں۔کیا کبھی ایسا ممکن ہوا ہے کہ انسانی دماغ ہاتھ کو کوئی حکم دے اور ہاتھ اُسے رَدّ کر کے اپنی مرضی کے مطابق حرکت کرے۔اگر آپ اس تعلق کو سمجھ جائیں اور اگر یہ سوچ ہر ایک میں پیدا ہو جائے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی فرد جماعت اپنے فیصلوں اور اپنے علمی نکتوں اور اپنے عملوں پر اصرار کریں۔پس آپ کی ہر حرکت وسکون خلیفۂ وقت کے تابع ہونی چاہئے۔

انصار اللہ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ آپ کے عملی نمونے اور پاک تبدیلیاں دوسری تنظیموں اور افراد جماعت سے بڑھ کر ہونی چاہئیں۔ہمارے بڑوں نے انصار اللہ ہونے کا حق ادا کیا اور بےنفس ہو کر دین کی خاطر قربانیاں کیں تو آج ہمارا فرض ہے کہ ایک جُہدِ مسلسل اور دُعاؤں کے ساتھ اپنے پیچھے آنے والوں کیلئے نیکی کے راستے ہموار کرتے جائیں۔

اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس نصیحت کو پلے باندھ لیں۔آپ فرماتے ہیں کہ:

’’بیعت کی حقیقت یہی ہے کہ بیعت کنندہ اپنے اندر سچی تبدیلی اور خوفِ خدا اپنے دل میں پیدا کرے اور اصل مقصود کو پہچان کر اپنی زندگی میں ایک پاک نمونہ کر کے دکھاوے۔اگر یہ نہیں تو پھر بیعت سے کچھ فائدہ نہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی زندگیاں اس نہج پر چلانے والے ہوں۔آمین

(ماہنامہ انصار اللہ ربوہ اکتوبر 2010ء صفحہ 8-9)

مغربی معاشرے میں بالخصوص انصار کا اپنے گھر میں سلوک مثالی ہو

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سالانہ اجتماع برطانیہ 2004ء کے آخری روز مورخہ 26 ستمبر کو اپنے خطاب میں انصار اللہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اس مغربی معاشرے میں رہتے ہوئے، جہاں ہر قسم کی آزادی ہے، انصار اللہ کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے۔جہاں آپکو اپنے بچوں کی طرف، اپنے گھروں کی طرف توجہ دینے کی بہت ضرورت ہے، بیوی کی طرف بھی توجہ دینے کی بہت ضرورت ہے۔بیوی سے اگر حسنِ سلوک ہوگا تو وہ یکسوئی سے آپکے بچوں کی صحیح تربیت کی طرف توجہ کرے گی۔ورنہ تو وہ بچوں کی تربیت کی بجائے گھر میں ہر وقت ان بچوں کے سامنے ایسے خاوند، ایسے باپ جو صحیح طرح اپنے بیوی بچوں کی طرف توجہ نہیں دیتے، ان کے رویّوں کا ذکر ہی ہوتا رہے گا، ان کی شکایتیں ہی ہوتی رہیں گی۔بچے اور ماں ایک دوسرے سے اپنے باپوں کے بارے میں رونے ہی روتے رہیں گے۔اور پھر ایسی صورت کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ کے بچے آپ سے پیچھے ہٹتے چلے جائیں گے۔چالیس سال کی عمر کے انصار جو ہیں ان کے بچے ابھی چھوٹی عمر کے ہوتے ہیں، اس سے بڑی عمر کے انصار ہیں ان کے بچوں کی نوجوانی میں شادیاں ہوگئیں، ان کے آگے بچے ہیں، تو ہر عمر کے انصار کے گھر کا جو ماحول ہے، اس میں اگر اس کا رویہ اپنے گھر والوں سے ٹھیک نہیں تو وہ بعض دفعہ ٹھوکر کا باعث بن سکتا ہے۔اور پھر آپ سے جب پرے ہٹیں گے تو پھر دین سے بھی پرے ہٹتے چلے جائیں گے۔

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کے حوالہ سے ذمہ داریاں

اگر بچوں میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ ہمارا باپ یا ہمارا دادا یا ہمارا نانا دین کے بڑے خدمت گاروں میں شمار ہوتا ہے لیکن گھر کے اندر وہ اعلیٰ اخلاق جو ایک دیندار کے اندر ہونے چاہئیں ان کا اظہار نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کے جو نظارے ان بزرگوں میں نظر آنے چاہئیں وہ نظر نہیں آتے، تلاوتِ قرآن کریم کی طرف توجہ جس طرح ہونی چاہئے وہ توجہ نہیں ہوتی۔ پھر بچے یہ بھی سوچتے ہیں کہ ہماری ماں کے ساتھ جو حسن سلوک اس گھر میں ہونا چاہئے وہ نہیں ہوتا تو باہر جا کر جس دین کی خدمت کا ایسا شخص نعرہ لگاتا ہے بچے کے ذہن میں یہی رہے گا کہ وہ سب ڈھکوسلا ہے۔ تو پھر جیسا کہ میں نے کہا ایسے بچے دین سے بھی دُور ہو جاتے ہیں۔ اور معاشرے میں اس ماحول میں شیطان تو پہلے ہی اس تاک میں بیٹھا ہوا ہے کہ کب کوئی ایسی ذہنی کیفیت والا نظر آئے اور کب میں اس کو اپنے جال میں پھنساؤں۔ پھر ایسے بگڑتے ہوئے بچے جب شیطان اپنے جالوں میں ان کو پھنسا لیتا ہے تو بعض اوقات خدا کی ذات کے بھی انکاری ہو جاتے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ کی ذات پہ بھی یقین نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے خدا کے نام پر اپنے باپوں کو اپنے بزرگوں کو دوہرے معیار قائم کرتے دیکھا ہوتا ہے، دوعملی کرتے ہوئے دیکھا ہوتا ہے۔ جب ان کے بچوں کے ذہن میں شیطان یہ بات ڈال دے کہ اگر خدا ہوتا تو تمہارا باپ جو یہ دوعملیاں کر رہا ہے اس کو پکڑ نہ لیتا۔ تو دیکھیں اس کے بڑے بھیانک نتائج سامنے آ سکتے ہیں اگر انسان سوچے تو خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ اسلئے ہر احمدی کو اور خاص طور پر انصار اللہ کو جو عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں اب صحت مزید کمزور ہونی ہے، قویٰ جو ہیں مزید کمزور ہونے ہیں اور کچھ ایسی عمر کے بھی ہیں، پتہ تو نہ جوان کا ہے نہ بچے کا، لیکن کسی وقت بھی خدا کی طرف سے بلاوا آ سکتا ہے۔ تو اگر ہم نے اب بھی اپنے رویّوں کو بدلنے کی کوشش نہ کی، اگر اب بھی ہم نے اپنے گھر کے رَاعِی بننے کا حق ادا نہ کیا، اگر اب بھی ہم نے ان کی نگرانی اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور جب حاضر ہوں گے تو خدا تعالیٰ پوچھے گا نہیں کہ تم نے دعویٰ تو یہ کیا تھا کہ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ہم اللہ کے انصار ہیں۔ کیا اللہ کے انصار ایسے ہوتے ہیں تم اللہ تعالیٰ کے کاموں میں مددگار بننے کی بجائے اپنی اولادوں کو بھی اللہ تعالیٰ سے دور ہٹانے والے بن رہے ہو۔ جب تمہارے اپنے گھروں میں تربیت کی طرف پوری توجہ نہیں بلکہ تمہارے نمونہ کی وجہ سے تمہاری اولادوں میں نمازوں کی عادت نہیں پڑی، تمہاری اولادوں میں قرآن کریم پڑھنے کی عادت نہیں پڑی، تمہاری اولادوں میں دین کی غیرت نہیں ابھری، ایسی غیرت کہ وہ نوجوانی میں بھی اپنی ذاتی اناؤں اور ذاتی خواہشات کو قربان کرنے والے ہوں۔ اگر تمہاری بیوی، تمہاری بہو، تمہارے حسن سلوک اور عبادت گزاری کی گواہی نہیں دیتیں تو صرف مختلف مواقع پر یہ اعلان کر دینا کہ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ۔ اس کا تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کے معانی پر غور اور عبادتوں کو زندہ کریں

ہر ایک کو ہم میں سے اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کا نعرہ لگانے سے پہلے غور بھی کیا ہے کہ یہ کتنا گہرا اور وسیع نعرہ ہے۔ کیا کیا قربانیاں دینی پڑیں گی اس کے لئے اور قربانیاں ہیں کیا، جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کوئی جنگ، توپ، گولہ نہیں ہے، کسی گولے کے آگے کھڑا ہونا نہیں ہے، کسی توپ کے منہ کے سامنے کھڑے ہونا نہیں ہے، تیروں کی بوچھاڑ کے آگے کھڑے ہونا نہیں ہے۔ صحابہ کرام، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تھے ان کی طرح گردنیں کٹوانا نہیں ہے۔ ہاں یہ قربانیاں بھی اللہ تعالیٰ کبھی کبھار اکا دکا لے لیتا ہے۔ نمونے قائم رکھنے کے لئے اس طرح کرتا ہے۔ لیکن قربانی جو اس زمانے میں کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے ہیں۔ اپنے معاشرہ کے حقوق ادا کرنے ہیں۔ اپنے مالوں کی قربانیاں دینی ہیں۔

پس انصار اللہ کا فرض بنتا ہے اور میں بار بار کہتا ہوں کہ اپنی عبادتوں کو زندہ کریں، اپنے لئے، اپنی اولادوں کیلئے، اپنے معاشرہ کیلئے، دکھی انسانیت کیلئے، غلبۂ اسلام کیلئے ایک تڑپ سے دعا مانگیں۔ آخرت کی فکر اپنے دلوں میں پیدا کریں جب آخرت کی فکر زیادہ ہو گی تو معاشرہ کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ زیادہ ہو گی، قرآن کریم کے پڑھنے، پڑھانے کی طرف بھی توجہ کریں۔

(سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 49 تا 52)

پچاس فیصد انصار کے ہاں الفضل آتا ہو

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مجلس عاملہ انصار اللہ جرمنی کی میٹنگ منعقدہ 3 ستمبر 2005ء میں قائد اشاعت کو حضور انور نے ہدایت کرتے ہوئے فرمایا: ’’الفضل انٹرنیشنل کتنے انصار پڑھتے ہیں۔ کتنے انصار کے گھروں میں الفضل آتا ہے۔ آپ کی مجلس عاملہ، ریجنل عاملہ اور مقامی مجالس عاملہ کو بھی آنا چاہئے۔ پندرہ صد کی تعداد میں اس کی خریداری بڑھائیں، پچاس فی صد انصار ایسے ہونے چاہئیں جن کے ہاں الفضل آتا ہو۔‘‘

(سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 99)

قیام نماز کی ذمہ داریاں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس انصار اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2018ء سے مورخہ 30 ستمبر 2018ء کو بصیرت افروز خطاب فرمایا اور انصار بھائیوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے قیام نماز کی بنیادی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

’’انصار اللہ کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اس بات کی اہمیت کو سمجھیں۔ اِقَامَۃُ الصَّلٰوۃ کا حق ادا کرنے والے بنیں۔ اپنے بچوں کو اپنے گھر والوں کو نمازوں کی طرف توجہ دلائیں۔ اگر انصار اللہ کی عمر کے لوگوں میں سے جو اپنی متعلقہ مجالس کے عہدیدار بھی ہیں اگر وہ خود اس طرف توجہ کریں کہ انہوں نے قیام نماز کا حق ادا کرنا ہے۔ ہر سطح پر جو عہدیدار ہیں اور بچوں کو بھی اس کی تلقین کرتے ہوئے مساجد میں لانے کی کوشش کرنی ہے اور اپنے احمدی ہمسایوں کو بھی نماز میں آتے جاتے اس طرف توجہ دلاتے رہنا ہے تو ہم دیکھیں گے کہ ہماری مساجد حقیقت میں بارونق مساجد بن جائیں گی۔

اور اگر تمام انصار اس طرف توجہ کریں تو ایک انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔ پس اس طرف توجہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے یہ ایک انسان کے، مومن کے اس مقصد پیدائش کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ عبادتوں کے حق ادا کرو اور عبادت کا حق اسی وقت ادا ہو گا جب اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اس کی عبادت کی جائے گی۔ یَعْبُدُوْنَ کا لفظ عبد سے نکلا ہے اور اس کا مطلب ہے کہ عبادت کا حق ادا کرنے والے اور کامل اطاعت کرنے والے۔ پس عبد ہونے کا حق ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنا ہے اور اس کے حکموں کی کامل اطاعت کرنا ضروری ہے۔

ٹی وی پر گندے پروگرام نہ دیکھیں

فرمایا: ’’گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعائیں کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلے کو ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ صرف دعا سے گناہ سے نہیں بچا جاتا تدبیریں بھی ضروری ہیں اور عام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو۔ ایک طرف تو انسان دعائیں مانگ رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی معرفت عطا کر اور اس میں میں ترقی کروں اور تیرا عبد بنوں دوسری طرف مجلسیں ایسی ہیں جن میں گناہ کی تحریک ہو رہی ہے۔ ٹی وی پر بیٹھے ہوئے ہیں غلط قسم کی فلمیں دیکھ رہے ہیں۔ بڑے انصار اللہ کی عمر کے لوگوں کی بھی رپورٹیں مجھے آتی ہیں۔ عورتوں کی طرف سے، بچوں کی طرف سے اور غلط پروگرام دیکھ رہے ہیں یا بعض مجالس میں بیٹھے ہیں، گپیں مار رہے ہیں اس قسم کے اعتراضات کر رہے ہیں بعض لوگ نظام پر اعتراض کر رہے ہیں ایک دوسرے کی چغلیاں کر رہے ہیں تو یہ ساری مجالس جو ہیں اگر ان میں بیٹھنا نہیں چھوڑو گے تو معرفت بھی حاصل نہیں ہوگی۔

نیکیوں کا نمونہ دکھانا انصار اللہ کی ذمہ داری

ہم میں سے ہر ایک کا نمونہ جو ہے وہ اپنے گھر والوں کی اصلاح کے لئے ضروری ہے اور یہ نمونہ دکھانا انصار اللہ کا کام ہے اور یہی حقیقی انصار اللہ ہونے کا حقیقی مقصد ہے۔ دعاؤں اور عبادتوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک موقع پر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ’’جیسا کہ انسانوں میں سے بھی جو سب سے زیادہ قابل قدر ہے اسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے اور یہ وہ لوگ ہوتے ہیں، کون قابل قدر ہیں وہ لوگ ہوتے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا سچا تعلق رکھتے اور اپنے اندرونے کو صاف رکھتے ہیں۔ اندر باہر ایک ہیں اپنے اندرونے کو بھی صاف رکھتے ہیں ایک حقیقی تعلق ہے خدا تعالیٰ سے۔

حقیقی انصار اللہ

فرمایا: ’’آجکل دنیا جس تیزی سے خدا تعالیٰ کو بھُلا رہی ہے اس کی اصلاح صرف اور صرف حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت ہی کر سکتی ہے جن کو اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں بھیجا ہے اگر پُرانے احمدی اس اہمیت کو نہیں سمجھیں گے اور یہاں آ کر شکر گزاری کی بجائے دنیا میں ڈوب جائیں گے اپنے بچوں کے لئے مثالیں قائم نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ اور مخلصین حضرت مسیح موعودؑ کو عطا فرما دے گا اور عطا فرما رہا ہے دنیا میں ہر جگہ وہ وہی لوگ ہوں گے پھر جو دین کا عَلَم اور جھنڈا اٹھانے والے ہوں گے حقیقی انصار اللہ ہوں گے۔ پس اس بات کو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ان لوگوں میں شامل ہونا ہے اور اپنی نسلوں کو ان لوگوں میں شامل کرنا ہے جن کی اللہ تعالیٰ پرواہ کرتا ہے تو پھر اپنی نمازوں کی، اپنی عبادتوں کی حفاظت کرنی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔‘‘

(خطاب فرمودہ 30 ستمبر 2018ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ یکم فروری 2019ء)

عبدالسمیع خان۔ استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ۔ اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِي أَصْحَابِي

اخلاق صحابہ رسول ﷺ۔ سیرت رسول کے عکس جمیل

تاریخ کا وہ مطہر ترین گروہ جنہوں نے آسمان پر اپنے لئے خزانے جمع کئے

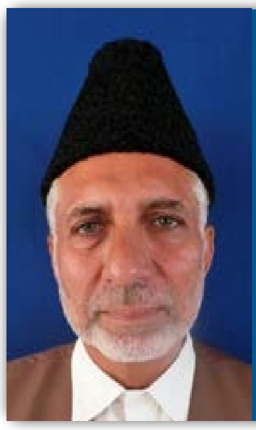

انصار بھائیوں کے لئے ایک خصوصی تحریر۔ اللہ تعالیٰ ہم سب انصار کو صحابہ رسولؐ کے نقش قدم پر چلائے

ہمارے سید و مولیٰ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے نور صداقت اور عشق الٰہی کی جو لازوال شمع روشن کی تھی وہ آپؐ نے ہزاروں سینوں میں جلا دی کیونکہ آپؐ سراج منیر تھے بیسیوں چاند اور لاکھوں ستارے آپؐ کی روشنی سے منور ہوئے اور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ آپؐ نے روحانی دنیا کی سب سے بڑی کہکشاں تخلیق کی جس میں سب سے پر نور آپؐ کے صحابہؓ تھے جنہوں نے آپؐ کے رخ روشن کو دیکھا آپؐ کے حسن کردار کی تجلیات مشاہدہ کیں آپؐ کی قوت قدسیہ سے جھولیاں بھریں اور اس نور مجسم کے ساتھ مل کر خود بھی اس نور کا حصہ بن گئے اور خدائے ذو العرش نے روحانیت کے ان قطروں کو بحر محمدیت کا حصہ بنا دیا اور فرمایا

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

(الفتح: 30)

پس سیرت صحابہ بھی سیرت رسول ﷺ کا ایک ذیلی عنوان ہے۔ اس بحر ناپید اکنار کے محض چند قطرے پیش خدمت ہیں۔

ایمان کی خاطر قربانیاں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو جن المناک مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، ان کے چند نمایاں باب یہ ہیں۔ جانیں قربان کیں، تیروں اور تلواروں سے شہید کیا گیا، صلیب دے کر شہید کیا گیا، جلتے انگاروں پر لٹایا گیا، الٹا لٹکا کر نیچے آگ جلا دی گئی۔ لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں کھڑا کیا گیا، بھوک اور پیاس میں مبتلا رکھا گیا۔ عین دوپہر کے وقت گرم پتھروں پر گھسیٹا گیا، زدوکوب کیا گیا اور مار مار کر لہولہان کر دیا گیا، جوتیوں سے اتنا مارا گیا کہ پہچانے نہ جاتے تھے۔ شیر خوار بچوں کو دودھ سے محروم رکھا گیا۔ مسلمان ماؤں سے ان کے چھوٹے بچے جدا کر دیئے گئے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں، سوشل بائیکاٹ کیا گیا، ہر قسم کے تعلقات قطع کر دیئے گئے، شوہروں نے مسلمان بیویوں کو طلاق دے دی۔ وطن سے بے وطن کیا گیا، مسلمانوں کی محنتوں کا معاوضہ ضبط کر لیا گیا، مقدس حاملہ عورتوں کے حمل گرائے گئے، نام بگاڑے گئے، عبادت گاہیں گرا دی گئیں، خدائے واحد کی عبادت کرنے سے روکا گیا۔ غرضیکہ ہر روز نئے ستم ایجاد کئے گئے۔ ہر رات نئے ظلم تراشے گئے۔ صبح و شام کو مصائب و آلام کی چکیوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ زندگی کی ہر گھڑی موت کا الارم سناتی تھی، ہر سانس زہر ہلاہل تھا۔

غزوہ اُحد کے قریب زمانہ میں دس صحابہ کو بے قصور ظالمانہ طور پر موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ مگر کسی نے صداقت سے منہ نہ موڑا۔ ان میں سے ایک صحابی حضرت خبیبؓ نے شہادت سے قبل دو نفل ادا کئے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے تختہ دار کو چوم لیا۔

لست ابالی حین اقتل مسلماً۔ علی ای جنب کان للّٰہ مصرعی
وذالك في ذات الاله وان يشا۔ يبارك علیٰ اوصال شلو ممزع

یعنی جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاؤں تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں کس پہلو پر گرتا ہوں۔ میری یہ سب قربانی اللہ کی رضا کے لئے ہے۔ وہ اگر چاہے گا تو میرے ریزہ ریزہ اعضاء میں بھی برکت ڈال دے گا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی)

اسی زمانہ میں ستر صحابہ کو دھوکہ سے تبلیغ کے بہانے بلایا گیا مگر انتہائی سفاکی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ ان کے سردار حضرت حرام بن ملحانؓ کو پشت کی طرف سے نیزہ مارا گیا جو جسم سے پار ہوگیا۔ جب خون کا فوارہ پھوٹا تو حضرت حرامؓ نے اس سے چلو بھر کر منہ اور سر پر پھیرا اور فرمایا: فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَة کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع)

حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ نے 9 ہجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوم کی طرف واپس جانے کی اجازت چاہی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز میں انکار کیا مگر ان کے اصرار پر اجازت دے دی۔ وہ عشاء کے وقت اپنی قوم کے پاس پہنچے اور جب ان کے قبیلہ ثقیف کے لوگ ان سے ملنے کے لئے آئے تو حضرت عروہ بن مسعود نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ مگر انہوں نے حضرت عروہؓ پر الزام لگائے اور بہت نازیبا کلمات کہے اور واپس چلے گئے۔ مگر وہ حضرت عروہؓ کی موت کا فیصلہ کر چکے تھے۔ صبح فجر کے وقت حضرت عروہؓ نے اپنے گھر کے صحن میں کھڑے ہو کر اذان دی تو ایک بد بخت وہاں پہنچا اور تیر سے انہیں شہید کر دیا۔

(مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 615 کتاب معرفۃ الصحابہ مکتبہ النصر الحدیثہ۔ ریاض)

کب نکلتا ہے کوئی دل میں اتر جانے کے بعد
اس گلی کے دوسری جانب کوئی رستہ نہیں

حضرت فروہ بن عمروؓ فلسطین کے علاقہ میں معان اور قرب و جوار میں قیصر روم کے عامل تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو بغیر کسی پس و پیش کے اسلام لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند تحائف بھی بھجوائے۔ جب قیصر روم کو ان کے اسلام لانے کی اطلاع ہوئی تو انہیں دربار میں بلایا اور قید کر دیا اور جب اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو انہیں صلیب پر لٹکا کر شہید کر دیا مگر حضرت فروہ نے جادۂ حق سے ہٹنا گوارا نہ کیا۔

(شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 44 مطبع ازہریہ مصریہ۔ طبع اولیٰ 1327ھ)

ایک روایت میں ہے کہ وہ قید کی حالت میں فوت ہو گئے تھے۔ ان کے مرنے کے بعد انہیں صلیب پر لٹکایا گیا۔

(طبقات ابن سعد جلد نمبر 7 صفحہ 435 بیروت 1958)

حضرت حبیب بن زیدؓ انصاری صحابی تھے۔ مسیلمہ کذاب نے اپنی بغاوت کے زمانے میں انہیں پکڑ لیا اور کہا کیا تم شہادت دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت حبیبؓ نے فرمایا: ہاں۔ پھر اس نے پوچھا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ تو آپؓ نے فرمایا: نہیں۔ میں یہ بات سننا بھی نہیں چاہتا اس بات پر کئی دفعہ تکرار ہوئی مگر حضرت حبیبؓ نے اسے رسول ماننے سے اور رسول اللہ کا انکار کرنے سے مسلسل انکار کیا۔ اس پر مسیلمہ نے ان کا ایک ایک عضو کاٹ کر انہیں شہید کر دیا۔

(سیرۃ النبی ابن ہشام جلد 2 صفحہ 110 مطبع مصطفی البابی الحلبی۔ مصر 1963)

حضرت سعد بن عبادہؓ نے بیعت عقبہ ثانیہ میں اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ وہاں سے واپسی پر دشمنوں نے پکڑ لیا۔ ان کے ہاتھ ان کی گردن سے باندھ دیئے، ان کے بال کھینچے، زدوکوب کیا اور سخت اذیت دیتے ہوئے گھسیٹ کر مکہ میں لے آئے۔ ظلم وستم کا سلسلہ جاری تھا کہ مطعم بن عدی نے آ کر انہیں نجات دلائی۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 91)

حضرت ابوذر غفاریؓ اسلام لانے سے قبل مخالفین سے اتنے خوفزدہ تھے کہ آپ قبیلہ غفار سے مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تلاش میں آئے مگر کسی سے آپؐ کا پتہ نہ پوچھتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے بڑی حکمت سے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا اور آپؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ مگر اسلام قبول کرتے ہی ایسی شجاعت پیدا ہوئی کہ مسجد حرام میں جا کر ببانگ دہل کلمہ توحید کا اعلان کیا تو دشمن ان پر پل پڑے اور مارتے مارتے بے حال کر دیا۔ یہاں تک کہ جب وہ بے دم ہو کر زمین پر گر پڑے تو سمجھا کہ ان کا کام تمام ہوگیا ہے۔ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے جب ہوش آیا تو میں سر سے پاؤں تک لہولہان ہو چکا تھا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جب آپؓ مرنے کے قریب ہو گئے تو حضرت عباسؓ نے آ کر دشمنوں سے چھڑایا مگر آپ پھر دوسرے دن اسی طرح مسجد حرام میں جا کر توحید کی منادی کرنے لگے تو دشمنوں نے پہلے کی طرح زدوکوب کرنا شروع کر دیا اور حضرت عباسؓ نے اس ظلم وستم سے نجات دلائی مگر آپ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہ آئی۔

(مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 338۔ صحیح بخاری کتاب بنیان الکعبہ باب اسلام ابی ذر)

حضرت ولیدؓ۔ خالد بن ولید کے بھائی تھے۔ وہ اسلام لائے تو انہیں حضرت سلمہؓ اور عیاشؓ بن ابی ربیعہ کے ساتھ قید کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں کی رہائی کے لئے دعا کیا کرتے تھے۔ ولیدؓ کسی طرح قید سے چھوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی دو ساتھیوں کا حال پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ سخت اذیت اور مصیبت میں ہیں۔ ایک کا پاؤں دوسرے کے پاؤں کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پر حضرت ولیدؓ مکہ گئے اور ایک خفیہ طریق سے ان دونوں کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ خالد بن ولید نے پیچھا کیا مگر یہ بچ کر مدینہ پہنچ گئے۔

(طبقات ابن سعد جلد 4 صفحہ 129 تا 133 دار بیروت۔ بیروت 1957)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رومیوں کے ساتھ ایک جنگ میں گرفتار ہو گئے۔ ان کو

بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ اصحاب محمدؐ میں سے ہیں۔ بادشاہ نے اولاً تو انہیں لالچ دیا اور کہا: اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو میں تمہیں اپنی حکومت اور سلطنت میں شریک کرلوں گا۔ حضرت عبداللہؓ نے ان سے کہا کہ اگر تم اپنی ساری سلطنت اور دولت بھی مجھے اس شرط پر دے دو کہ میں دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر جاؤں تب بھی میں یہ بات ایک لمحہ کے لئے بھی قبول نہیں کروں گا۔ تب بادشاہ نے انہیں موت کی دھمکی دی تو انہوں نے کہا: یہ تیرا اختیار ہے تو جو مرضی کر۔

چنانچہ بادشاہ کے حکم سے انہیں صلیب پر لٹکا دیا گیا اور اس نے تیراندازوں سے کہا: ان پر اس طرح سے تیر چلاؤ کہ ان کو نہ لگیں، ہاتھوں اور پاؤں کے قریب سے گزر جائیں۔ اس کے ساتھ ہی بادشاہ کہہ رہا تھا کہ اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو بچ جاؤ گے مگر وہ مسلسل انکار کرتے رہے۔ آخر بادشاہ نے ایک اور چال چلی۔ ان کو صلیب سے اتروالیا۔ ایک دیگ منگوائی اور اس کو لبالب پانی سے بھروایا، نیچے آگ جلوائی اور خوب جوش دلوایا۔ پھر دو مسلمان قیدیوں کو بلوایا۔ ان میں سے ایک کو دیگ میں پھینکنے کا حکم دیا اور اسے پھینک دیا گیا۔ اس طرح بادشاہ نے اپنے خیال میں حضرت عبداللہؓ پر اذیت ناک موت کا خوف طاری کر کے انہیں پھر عیسائی ہو جانے کا مشورہ دیا مگر انہوں نے اسے پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

تب بادشاہ نے کہا کہ انہیں بھی اسی دیگ میں ڈال دیا جائے جب ان کو لے جایا جانے لگا تو حضرت عبداللہؓ رو پڑے۔ بادشاہ کو پتہ لگا تو وہ سمجھا کہ موت سے خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انہیں قریب بلاکر پھر عیسائیت کا پیغام پیش کیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر بادشاہ نے تعجب سے کہا کہ پھر رونے کی کیا وجہ تھی۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: میں نے سوچا کہ ابھی مجھے دیگ میں ڈال دیا جائے گا اور میری ایک ہی جان ہے جو چلی جائے گی۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ میرے جسم کے بالوں جتنی تعداد میں یعنی ہزاروں لاکھوں جانیں ہوتیں جو سب کی سب راہ خدا میں آگ میں ڈال دی جاتیں۔ اس صدمہ سے مجھے رونا آ گیا۔ بالآخر بادشاہ نے ان سے کہا کہ اگر تم میرے سر پر بوسہ دو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ اس پر حضرت عبداللہؓ نے تمام مسلمان قیدیوں کی رہائی کا وعدہ لیا اور سوچا کہ اس کے سر کو بوسہ دینے سے میرے تمام ساتھیوں کو بریت نصیب ہوتی ہے تو اس میں کیا حرج ہے۔ چنانچہ تمام قیدی رہا ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور انہیں یہ سارا واقعہ بتایا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ عبداللہ بن حذافہؓ کے سر کو بوسہ دے اور اس کا آغاز میں کروں گا۔

(کنزالعمال کتاب الفضائل جلد 7 صفحہ 62)

اللہ، رسولؐ اور قرآن سے عشق

اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے صحابہ دیے جو آپؐ کے تتبع میں خدا کے عشق میں مست تھے۔ خدا گواہی دیتا ہے کہ ان کو کوئی تجارت اور دنیا کا کوئی سودا ذکر الٰہی سے روک نہیں سکتا تھا رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡہِیۡہِمۡ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ

(النور: 38)

یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِیۡ أَصۡحَابِیۡ

(جامع ترمذی کتاب المناقب۔ باب فی من سب اصحاب النبیؐ)

یعنی میرے صحابہ میں خدا ہی خدا نظر آئے گا۔

ان میں حضرت بلالؓ اور ان کے ساتھی بھی شامل تھے جو تپتی ریت اور ابلتے پتھروں کا بوجھ اٹھا کر بھی احد احد کہتے تھے وہ خبابؓ بھی جنہوں نے محنت سے جمع کردہ سرمائے کی قربانی دے کر خدا کی خاطر ہجرت کی توفیق پائی۔

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب ذکر القین والحداد)

وہ اصحاب صفہ بھی تھے جو رسول اللہ ﷺ سے کلام الٰہی سننے کے لیے مسجد نبوی میں چبوترے پر دھونی مار کر بیٹھ گئے تھے ان میں سے بعض دن میں جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹتے اور روزی کماتے اور رات کو دیر تک دین کا علم اور قرآن سیکھتے۔ انہی کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَسۡعٰی نُوۡرُہُمۡ بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَبِاَیۡمَانِہِمۡ یعنی ان کا نور ان کے آگے بھی دوڑے گا اور بائیں بھی یعنی ہر طرف نور ہو گا۔

(الحدید: 12)

حضرت اسید بن حضیرؓ رسول اللہ ﷺ کے بہت مقرب صحابی تھے اسلام پر بہت فخر کرتے تھے۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے پاس کچھ دشمن آئے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ بات چیت ہو رہی تھی۔ اس موقعہ پر حضرت اسیدؓ نے جو رائے دی تھی وہ ان کفار کے مخالف تھی۔ اس پر ایک کافر نے کہا کہ تمہارا باپ تم سے اچھا تھا۔ انہوں نے کہا نہیں میرا باپ مجھ سے اچھا کیسے ہوسکتا ہے۔ میں تم سے بھی اچھا ہوں اور اپنے باپ سے بھی اچھا ہوں کیونکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننے والا ہوں اور مسلمان ہوں۔ میرا باپ تو کفر کی حالت میں مر گیا تھا۔

ایک رات آپؓ نماز میں تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے۔ قریب ہی ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ جب آپ تلاوت کرتے تھے تو گھوڑا اچھلنے لگتا تھا جیسے خوشی سے اچھل رہا ہے۔ تلاوت ختم کی تو گھوڑا رک گیا۔ پھر آپؓ نے تلاوت شروع کی تو پھر وہ خوشی سے اچھلنا شروع ہوگیا۔ تین چار مرتبہ ایسا ہوا۔ صبح انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اس طرح ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ فرشتے تمہاری تلاوت اور قراءت سننے کے لئے آئے تھے اور اگر تم صبح تک قرآن پڑھتے رہتے تو ہوسکتا تھا کہ تم فرشتوں کو بھی دیکھ لیتے۔

(بخاری)

حضرت تمیم داریؓ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جو زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں ضرب المثل تھے آپؓ کی نماز تہجد میں شاید ہی کبھی ناغہ ہوتا اور تہجد میں بسا اوقات ایک آیت اتنی بار دہراتے کہ پوری رات ختم ہو جاتی ایک مرتبہ تہجد میں سورۃ الجاثیہ کی آیت نمبر 22 أَمۡ حَسِبَ الَّذِینَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّئَاتِ أَنۡ نَجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحۡیَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡ سَاءَ مَا یَحۡكُمُونَ ... ساری رات تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

(اسد الغابہ از ابن اثیر جزری جلد 1 صفحہ 215 مکتبہ اسلامیہ طہران)

حضرت شمعونؓ کے متعلق لکھا ہے کَانَ یُکۡثِرُ السُّجُودَ کہ وہ بہت نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک غزوہ سے واپس آئے کھانا کھایا اور وضو کر کے سجدہ شکر ادا کرنے کے لئے مسجد میں چلے گئے۔ کوئی سورت پڑھنی شروع کی اور رات بھر وہی پڑھتے رہے فجر کے بعد جب گھر تشریف لائے تو بیوی نے کہا غزوہ سے واپسی پر کچھ آرام کر لیتے تو فرمایا مجھے یاد الٰہی میں کوئی دوسری یاد نہیں آتی میں قرآن کریم میں غور فکر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح کی اذان ہوگئی۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ از ابن حجر عسقلانی جلد 2 صفحہ 153 مطبع مصطفی محمد مصر 1939ھ)

حضرت سعد بن معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں تو بہت کمزور انسان ہوں لیکن تین باتوں کا میں ہمیشہ خیال رکھتا ہوں۔

1. جو بات بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا ہوں اسے میں منجانب اللہ سمجھتا ہوں۔ کہ یہ خدا کی طرف سے ہے اور آپؐ نے اپنے نفس سے کوئی بات نہیں بنائی۔ ہر بات آپؐ کی خدا کی طرف سے ہے اور سچی ہے اور پوری ہو کر رہے گی۔
2. جب میں نماز پڑھتا ہوں تو پوری توجہ نماز کی طرف ہوتی ہے اور کسی دوسری طرف توجہ نہیں جاتی۔
3. جب بھی میں کسی جنازہ کے ساتھ جاتا ہوں تو اپنا محاسبہ کرتا ہوں اور اپنے آپ کو قبر کے لئے تیار کرتا ہوں۔

صحابہؓ کی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ نے بیسیوں معجزانہ نظارے بھی دکھائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے رات گئے دو صحابہ نکلے تو سخت اندھیرا تھا اور کچھ سجھائی نہ دیتا تھا کہ اچانک ایک نور ظاہر ہوا اور دونوں کے آگے ان کے مطلوبہ راستے پر چلنے لگا اور جب دونوں صحابہ اپنے اپنے گھروں کے لئے جدا ہونے لگے تو وہ نور دو حصوں میں تقسیم ہوگیا اور گھروں تک پہنچا کر ختم ہوا۔

(بخاری کتاب المناقب باب منقبۃ اسید بن حضیرؓ حدیث نمبر 3805)

یہ سب ذکر الٰہی اور محبت الٰہی کی برکات تھیں۔ دنیا والے فانی اموال جمع کرتے ہیں مگر خدا والوں نے سب کچھ دے کر خدا کو پا لیا۔

روزہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ صائم الدہر رہتے تھے یعنی کسی وقفہ کے بغیر مسلسل روزے رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ہر ماہ تین روزے رکھ لیا کرو۔ چونکہ ہر نیکی کی جزاء دس گنا ہے اس لئے تیس روزوں کا اجر ملے گا اور اس طرح تم خدا کی نظر میں مسلسل روزہ دار قرار پاؤ گے۔ حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا دو دن کے وقفہ کے بعد ایک روزہ رکھ لیا کرو۔ عرض کیا میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح روزے رکھو یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن ناغہ اور یہ سب سے زیادہ متوازن طریق ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے پھر عرض کیا کہ میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ اجازت عطا نہ فرمائی۔ حضرت عبداللہؓ ایک لمبے عرصہ تک اسی حکم کے مطابق صوم داؤدی پر عمل پیرا رہے۔

(بخاری کتاب الصوم باب صوم الدہر حدیث نمبر 1840 وحق الجسم فی الصوم حدی)

حضرت عبداللہ بن حارثؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر گئے ایک سال بعد دوبارہ حاضر خدمت ہوئے تو صورت اس قدر بدل چکی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پہچان نہ سکے۔ آپؐ نے فرمایا تمہاری صورت تو بہت اچھی تھی تمہیں کیا ہوا تو انہوں نے کہا جب سے آپؐ سے مل

کر گیا ہوں صرف رات کو کھانا کھاتا ہوں یعنی مسلسل روزے رکھتا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے نفس کو کیوں اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ رمضان کے روزے رکھو اور ہر ماہ ایک روزہ رکھو۔ انہوں نے کہا مجھ میں زیادہ طاقت ہے کچھ اور بڑھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو روزے رکھو۔ پھر ان کے اصرار پر تین روزوں کی اجازت دی۔ انہوں نے مزید اصرار کیا تو فرمایا حرمت والے مہینوں یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم میں روزے رکھو۔ اس طرح کہ تین دن روزہ رکھو اور پھر تین دن ناغہ کرو۔

(سنن ابو داؤد کتاب الصوم باب فی صوم اشہر الحرم حدیث نمبر 2073)

حضرت ابو امامہ الباہلیؓ نے متعدد غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شہادت کی دعا کی درخواست کی مگر آپؐ نے سلامتی کی دعا کی۔ ایک غزوہ سے واپسی پر انہوں نے عرض کی کہ مجھے ایسا عمل بتائیں جس سے خدا مجھے نفع دے تو آپؐ نے فرمایا روزے رکھا کرو کیونکہ اس کا کوئی بدل نہیں۔ چنانچہ ابو امامہؓ اور ان کی بیوی اور ان کا خادم روزوں کا خاص اہتمام کرتے تھے حتیٰ کہ روزہ ان کے گھر کی امتیازی علامت بن گئی اور اگر کسی دن ان کے گھر میں آگ یا دھواں نظر آتا تو لوگ سمجھ لیتے کہ ان کے ہاں کوئی مہمان آیا ہوا ہے۔ جس کے لئے گھر میں کھانا پک رہا ہے۔ انہوں نے اپنے طریق کار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ نے انہیں مزید خوشخبریاں دیں۔

(مسند احمد حدیث نمبر 21171)

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ عہد رسالت میں غزوات میں شرکت کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے اس لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انہوں نے اس کی تلافی کرنی شروع کی اور 40برس روزوں کا اہتمام کرتے رہے۔

(اسد الغابہ جلد نمبر2 صفحہ 233)

ایک شخص نے پوچھا کہ میری ماں فوت ہوگئی ہے اس پر ایک ماہ کے روزے فرض تھے کیا میں اس کی طرف سے رکھوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی۔ ابن عباس کے مطابق ایک عورت نے ماں کی طرف سے نذر کے 15 روزے رکھنے کی اجازت مانگی۔

(بخاری کتاب الصوم باب من مات وعلیہ صوم حدیث نمبر 1953)

شجاعت اور شوق جہاد

حضرت سلمہ بن اکوعؓ شجاعت و بہادری خصوصاً پیدل تیز دوڑنے میں صحابہ میں ممتاز تھے۔ صاحب اصابہ لکھتے ہیں کَانَ مِنَ الشُّجعَانِ وَیَسْبِقُ الفَرَسَ عَدْوًا یعنی وہ بہادروں میں سے ایک تھے اور دوڑ میں گھوڑوں سے مقابلہ کرتے تھے اور ان سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواروں میں بہتر ابو قتادہ اور پیادوں میں سلمہ بن اکوع ہیں، اس تعریف کے بعد سلمہ کو دو حصے دیے، سوار کا الگ اور پیدل کا الگ۔

(الاصابہ جلد 2 صفحہ 67)

حضرت سلمہؓ کی دوڑ کے کئی واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں 7ھ میں غزوہ ذی قرد میں حضرت سلمہؓ کی شجاعت اور تیز رفتاری کا ایک عجیب واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ غابہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس اونٹنیاں چرتی تھیں۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ ان اونٹنیوں کی دیکھ بھال پر مامور تھے۔ ایک رات اچانک بنو فزارہ کے سردار عیینہ بن حصن الفزاری نے چالیس سواروں کے ساتھ وہاں حملہ کیا۔ وہ لوگ اونٹنیوں کو لے کر اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ (سیرت حلبیہ غزوہ ذی قرد) نماز فجر کی اذان سے پہلے اتفاقاً حضرت سلمہ بن الاکوعؓ وہاں گئے۔ گھوڑے پر ان کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا غلام رباح بھی سوار تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ فزاری ڈاکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو چرا کر لے جا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر سلمہؓ نے رباح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا اور خود ایک ٹیلے پر چڑھ کر مدینہ کی طرف منہ کر کے باآواز بلند تین مرتبہ وَاصَبَاحَاہُ پکارنے لگے۔ (اس کلمہ سے صبح کے وقت کی مصیبت سے خبردار کرنا مقصود تھا)۔ یہ آوازیں دے کر سلمہؓ ان فزاری ڈاکوؤں کے پیچھے ہو لئے۔ باوجود اس کے کہ وہ تن تنہا تھے، جب پورے اعتماد کے ساتھ دشمن پر جھپٹے تو ان کے سامنے وہ چالیس فزاری ڈاکو اپنی سواریوں سمیت بے بس ہو گئے۔ حضرت سلمہؓ ان پر تیر برساتے اور ساتھ یہ رجز کہتے جاتے اَنَا ابن الاکوع الیوم یوم الرضّع میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کا دن کمینوں کے انجام کا دن ہے۔

جب وہ لوگ ایک تنگ گھاٹی میں سے گزرے تو یہ بھاگ کر ان سے پہلے اس چٹان پر چڑھ گئے اور تاک کر ان پر پتھر برسائے۔ یہ مسلسل ان کے پیچھے پڑے رہے یہاں تک کہ ان کو عاجز کر دیا اور ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریباً ساری اونٹنیاں بھی چھڑوا لیں لیکن ان کا تعاقب پھر بھی جاری رکھا۔ فزاریوں نے اپنے بوجھ ہلکے کرنے کے لئے اپنے تیس سے زائد نیزے اور چادریں تک بھی پھینک دیں۔ وہ جو چیز پھینکتے اس پر سلمہ، پتھر سے نشان لگا دیتے تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو حقیقت حال کا علم ہوتا رہے۔ اسی اثناء میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حضرت بلالؓ نے ایک اونٹنی ذبح کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کی کلیجی اور کوہان بھونی۔

(مسلم کتاب الجہاد والسیر باب غزوہ ذی قرد و ابن سعد و زرقانی غزوہ ذی قرد)

جنگ احد کے وقت سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کم عمر بچے جو جہاد کے شوق میں ساتھ آ گئے تھے واپس کئے۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمرؓ، اسامہ بن زیدؓ، ابو سعید خدریؓ وغیرہ سب واپس کئے گئے۔ رافع بن خدیجؓ ان بچوں کے ہم عمر تھے مگر تیر اندازی میں اچھی مہارت رکھتے تھے ان کی اس خوبی کی وجہ سے ان کے والد نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ان کی سفارش کی کہ ان کو شریک جہاد ہونے کی اجازت دی جاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رافع کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ سپاہیوں کی طرح خوب تن کر کھڑے ہو گئے تا کہ چست اور لمبے نظر آئیں؛ چنانچہ ان کا یہ داؤ چل گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ چلنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ اس پر ایک اور بچہ سمرہ بن جندب نامی جسے واپسی کا حکم مل چکا تھا اپنے باپ کے پاس گیا اور کہا کہ اگر رافع کو لیا گیا ہے تو مجھے بھی اجازت ملنی چاہئے کیونکہ میں رافع سے مضبوط ہوں اور اسے کشتی میں گرا لیتا ہوں۔ باپ کو بیٹے کے اس اخلاص پر بہت خوشی ہوئی اور وہ اسے ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ رافع اور سمرہ کی کشتی کرواؤ، تا کہ معلوم ہو کہ کون زیادہ مضبوط ہے؛ سمرہ نے پل بھر میں رافع کو اٹھا کر دے مارا۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے سمرہ کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 61)

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت سعید بن عامرؓ ایک دفعہ شدید مالی مشکلات کا شکار ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کا دور خلافت تھا جب ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے ایک ہزار دینار حضرت سعیدؓ کو بھجوا دیئے۔ وہ یہ دینار لے کر اپنی بیوی کے پاس آئے اور واقعہ بتایا۔ بیوی نے کہا آپ اس رقم سے کچھ کھانے پینے کا سامان اور غلہ خرید لیں۔ فرمانے لگے کیا میں تجھے اس سے بہتر بات نہ بتاؤں۔ ہم اپنا مال اس کو دیتے ہیں جو ہمارے لئے تجارت کرے اور ہم اس کی آمدنی سے کھاتے رہیں اور اس مال کی ضمانت بھی وہی دے۔ بیوی نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ حضرت سعید بن عامرؓ نے وہ تمام دینار اللہ کی راہ میں خرچ کر دیے اور تنگی اور ترشی میں گزارہ کرتے رہے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 صفحہ 244)

حضرت دکین بن سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم 440 آدمی تھے اور ہم نے حضور ﷺ سے غلہ مانگا۔ آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اٹھو اور انہیں دو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس تو صرف اتنا ہے جو میرے اور میرے بچوں کے لئے گرمی کے موسم میں کفایت کرے۔ آپ نے فرمایا اٹھو اور دو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ان سب لوگوں کو ساتھ لے کر گھر آئے۔ کمرہ کھولا تو وہاں کھجوروں کا چھوٹا سا ڈھیر تھا۔ ہم میں سے ہر آدمی نے اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لیا۔ مگر خدا کی قدرت کہ اس ڈھیر میں ذرہ برابر کمی نہ آئی۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 صفحہ 365)

ایک دفعہ حضرت علیؓ کے پاس کسی سائل نے آ کر سوال کیا تو آپؓ نے حضرت حسنؓ یا حسینؓ سے فرمایا کہ اپنی ماں سے جا کر کہو کہ میں ان کے پاس چھ درہم چھوڑ آیا ہوں۔ ان میں سے ایک درہم دے دیں۔ چنانچہ وہ صاحبزادے گئے اور واپس آ کر کہا کہ اماں جان کہتی ہیں کہ آپ نے آٹا خریدنے کے لئے وہ چھ درہم چھوڑے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بندے کا ایمان سچا نہیں ہو سکتا جب تک کہ بندہ کو اس چیز پر جو اللہ کے قبضہ میں ہو، زیادہ اعتماد نہ ہو۔ بہ نسبت اس چیز کے جو بندے کے قبضہ میں ہو۔ جا کر اپنی ماں سے وہ چھ درہم لے آؤ۔ حضرت فاطمہؓ نے وہ رقم بھیج دی اور حضرت علیؓ نے وہ چھ کے چھ درہم اس سائل کو دے دیئے۔

(کنز العمال جلد 3 صفحہ 310)

حضرت عثمانؓ مالی قربانیوں میں ہمیشہ پیش پیش تھے حضرت نبی اکرم ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور غزوہ تبوک کی ضرورتوں کی طرف توجہ دلائی۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ میں سو اونٹ مع ان کے

پالان اور کجاوہ کے دوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے پھر دوبارہ ارشاد فرمایا تو حضرت عثمانؓ نے مزید سو اونٹوں کا وعدہ کیا۔ آپؐ نے پھر مزید توجہ دلائی تو حضرت عثمان نے مزید سو اونٹوں کا وعدہ کیا۔ تب آنحضور ﷺ نے آپؓ کے لئے دعا کی۔ اے میرے اللہ عثمان کو بھول نہ جانا عثمان پر کوئی مواخذہ نہیں اگر آج کے بعد وہ کوئی عمل نہ کرے۔ غزوہ تبوک میں انہوں نے ایک ہزار سواریاں پیش کیں اور غزوہ کے کل خرچ کا ایک تہائی پیش کر دیا۔ یہاں تک کہ کہا جانے لگا کہ لشکر والوں کو کوئی حاجت باقی نہیں رہی جو انہوں نے پوری نہ کر دی ہو۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 صفحہ 59)

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ بھی خدا کی راہ میں قربانیاں کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ بلکہ صف اول کی قربانی کرنے والوں میں تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے سات سو اونٹ مع سامان تجارت کے صدقہ کئے۔ ایک بار چار ہزار درہم پھر چالیس ہزار درہم پھر چالیس ہزار دینار، پھر پانچ سو اونٹ، پھر ڈیڑھ ہزار اونٹنیاں صدقہ کیں۔ کئی سو گھوڑے جہاد کے لئے پیش کئے اور یہ سارا مال وہ تجارت سے حاصل کرتے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 صفحہ 98 تا 99)

حضرت قیس بن سعدؓ نہایت فیاض صحابی تھے۔ ایک غزوہ میں وہ قرض لے کر صحابہ کے کھانے کا بندوبست کرتے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے مشورہ کیا کہ اگر ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا گیا تو یہ اپنے والد کا سارا سرمایہ خرچ کر دیں گے۔ مگر ان کے والد حضرت سعدؓ کو جب یہ مشورہ معلوم ہوا تو انہوں نے اس کا برا منایا اور کہا کہ مجھے غربت کا کوئی خوف نہیں۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 215)

حضرت سعد بن عبادہؓ بہت فیاض تھے۔ اصحاب صفہ کو بعض اوقات اپنے ساتھ لے جاتے اور 80،80 صحابہ کو ساتھ لے کر جاتے تھے۔ جب ان کی والدہ کی وفات ہوئی تو آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں اپنی والدہ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ ایک کنواں خرید کر وقف کر دو۔ رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر آپ نے کنواں وقف کیا۔ والدین کی طرف سے مالی قربانی اسی سنت سے شروع ہوئی ہے۔

ایثار

ایک صحابی حضرت ربیعہ الاسلمیؓ غربت کی وجہ سے شادی نہ کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کا رشتہ کروایا۔ ولیمہ کا وقت آیا تو حضورؐ نے انہیں فرمایا۔ عائشہ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری لے آؤ وہ فرماتے ہیں میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا تو انہوں نے بتایا کہ اس ٹوکری میں تھوڑا سا آٹا ہے اور اس کے علاوہ کھانے کی کوئی اور چیز نہیں لیکن چونکہ حضور نے فرمایا ہے اس لئے لے جاؤ۔ چنانچہ اس آٹے سے ولیمہ کی روٹیاں پکائی گئیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 حدیث نمبر 15982)

حضرت ابو بصرہ غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں قبول اسلام سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضورؐ نے مجھے بکری کا دودھ پیش کیا جو آپؐ کے اہل خانہ کے لئے تھا۔ حضورؐ نے مجھے سیر ہو کر وہ دودھ پلایا اور صبح میں نے اسلام قبول کر لیا۔ بعد میں مجھے پتہ لگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ نے وہ رات بھوکے رہ کر گزاری جبکہ اس سے پچھلی رات بھی بھوکے گزاری تھی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 حدیث نمبر 25968)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک بار بیمار تھے۔ آپؓ نے فرمایا میرا دل مچھلی کھانے کو چاہتا ہے۔ بڑی تلاش کے بعد صرف ایک مچھلی ملی۔ اس مچھلی کو ان کی بیوی حضرت صفیہ بنت عبیدؓ نے کھانے کے لئے تیار کر دیا۔ اتنے میں ایک مسکین آیا اور حضرت ابن عمرؓ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے وہ مچھلی اٹھا کر اسے دے دی۔ گھر والوں نے عرض کیا کہ آپ نے تو ہمیں اس مچھلی کی تلاش میں تھکا دیا تھا۔ ہم مسکین کو درہم دے دیتے ہیں وہ درہم اس کے لئے مچھلی سے زیادہ مفید ہوگا۔ آپ مچھلی کھا کر اپنی خواہش پوری کیجئے۔ مگر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس وقت میرے نزدیک یہی مچھلی محبوب ہے اور اسے ہی صدقہ کروں گا۔

(حلیۃ الاولیاء جلد 1 صفحہ 297)

اسی طرح ایک مسکین نے حضرت عائشہؓ سے کچھ مانگا۔ اس دن آپ روزہ سے تھیں اور گھر میں سوائے ایک چپاتی کے اور کچھ نہ تھا۔ آپؓ نے اپنی خادمہ سے فرمایا یہ روٹی سائل کو دے دو۔ خادمہ نے کہا کہ پھر آپ کس چیز سے روزہ افطار کریں گی حضرت عائشہ نے فرمایا کہ روٹی ضرور اس سائل کو دے دی جائے۔

(مؤطا امام مالک۔کتاب الجامع۔باب الترغیب فی الصدقۃ)

پڑوسی کے حقوق

ایک شخص محمد بن جہم نے کسی مجبوری سے اپنے گھر کو بیچنے کا ارادہ کیا لیکن قیمت وہ لگائی جو مارکیٹ ریٹ سے بہت زیادہ تھی۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو اس نے کہا میرے پڑوسی صحابی رسول ﷺ حضرت سعید بن العاصؓ ہیں اگر ان کے ساتھ برائی کرو گے تب بھی وہ بھلائی کریں گے۔ جو ان سے مانگو گے وہ دیں گے۔ تو یہ قیمت مکان کی نہیں پڑوسی کی ہے۔ حضرت سعید بن عاصؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے پڑوسی کو ضرورت کے مطابق رقم بھجوائی اور کہا مکان فروخت نہ کرو اور اطمینان سے رہو۔

(امن کا راستہ صفحہ 12)

صحابی رسول حضرت عائذ بن عمروؓ اپنے گھر کا پانی باہر نہیں نکلنے دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوگی۔ اور میں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا۔

(الاصابہ جلد 2 صفحہ 252)

حضرت امام حسینؓ کا ایک پڑوسی ان کے پاس آیا اور کہا اے فرزند رسول مجھ پر 400 درہم قرض ہے۔ حضرت حسینؓ اندر گئے 400 درہم لا کر اسے دے دیئے اور وہ چلا گیا تو زار و قطار رونے لگے کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ اپنے پڑوسی کے حال سے بے خبر رہا اور اس کو مجھ سے سوال کرنا پڑا۔

(بحوالہ الفضل 26 مئی 2001ء)

صفائی اور نظافت کا خیال

حضرت بلالؓ جب بھی حوائج ضروریہ کے لئے جاتے تھے وضو کر لیتے تھے۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوک کا دھبہ مسجد کی دیوار پر دیکھا تو اس قدر غصہ آیا کہ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ ایک انصاری عورت نے دھبے کو مٹایا اور خوشبو لا کر اس جگہ ملی تو بہت خوش ہوئے اور اس عورت کی تعریف فرمائی۔

(نسائی کتاب المساجد باب تخلیق المساجد حدیث 720)

ایک خاتون ام محجن مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتی تھیں۔ ایک رات وہ فوت ہوگئیں۔ صحابہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا خیال کر کے آپ کو اطلاع نہ دی اور انہیں دفن کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن اسے نہ دیکھا تو صحابہ سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ صحابہ نے واقعہ بتایا تو آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کے لئے دعا کی۔

(بخاری کتاب الصلوۃ باب کنس المسجد حدیث نمبر 438)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے مسجد کی صفائی کی بدولت اس عورت کو جنت میں دیکھا۔

(الترغیب والترھیب۔کتاب الصلوۃ باب الترغیب فی تنظیف المساجد)

غلاموں اور خادموں سے سلوک

صحابی رسول حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک غلام پر کچھ سختی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ناراض ہوئے اور فرمایا:

یہ لوگ تمہارے بھائی اور خدمت گار ہیں جنہیں خدا نے تمہاری نگرانی میں دیا ہے۔ پس جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی ہو وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے اور ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو اور اگر کوئی مشکل کام ان کے سپرد کرو تو ان کی مدد کرو۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاھلیۃ حدیث نمبر 29)

یہی ابوذر غفاریؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل اس طرح کرتے تھے کہ آقا اور غلام ایک ہی طرح کے کپڑے پہنتے تھے اور ایک ہی طرح کا کھانا کھاتے تھے۔

حضرت سلمان فارسیؓ ایک دفعہ آٹا گوندھ رہے تھے۔ کسی نے پوچھا خادم کہاں ہے فرمایا اس کو کسی کام سے بھیجا ہے۔ مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ اس پر زیادہ بوجھ ڈالوں۔

(طبقات ابن سعد جلد 4 صفحہ 90)

راز امانت

حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ کے خاوند خنیس بن حذافہؓ جنگ بدر کے بعد فوت ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے ان کی شادی کا ارادہ کیا۔ وہ حضرت عثمانؓ سے ملے اور انہیں اپنی بیٹی حضرت حفصہ کا رشتہ پیش کیا۔ حضرت عثمانؓ نے معذوری ظاہر کی۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے یہی درخواست کی تو وہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے دل میں اس کا برا منایا لیکن ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہؓ کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا۔ جب شادی ہوگئی تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خاموشی کی وجہ بتائی اور فرمایا کہ رسول کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے حفصہ سے شادی کا ذکر فرمایا تھا اس لئے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کرنا پسند نہیں کیا لیکن اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ شادی نہ کرتے تو پھر میں ضرور حفصہ سے شادی کر لیتا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی غزوہ بدر)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ آپؐ نے مجھے اپنے ایک کام کے لئے بھیجا اور اس وجہ سے میں گھر دیر سے پہنچا۔ میری ماں نے مجھ سے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا تھا۔ میری ماں نے پوچھا۔ وہ کیا کام تھا؟ میں نے جواب دیا۔ ایک راز کی بات تھی۔ میری ماں نے کہا۔ تو پھر رسول اللہ کا راز کسی کو نہ بتائیو۔ حضرت انسؓ نے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے اپنے ملازم ثابت سے فرمایا اے ثابت! اگر وہ راز کی بات میں کسی کو بتا سکتا تو تجھے ضرور بتا دیتا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فضائل انس)

عفو اور صلح جوئی

63ھ میں اہالیان حرم رسول اللہ نے اعلانیہ یزید سے فسخ بیعت کر کے حضرت عبد اللہ ابن حنظلہ انصاری کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سرکاری لشکر سے مقابلہ پیش آیا۔ جس میں اہل مدینہ کو ہزیمت ہوئی اور حضرت عبد اللہؓ نہایت جانبازی سے لڑ کر مارے گئے۔ اس وقت عجیب تشویش اور اضطراب کا عالم تھا۔ وہ مقام جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرح حرام کیا تھا۔ اہل شام کے ہاتھ قتل و غارت گری کا مرکز بنا ہوا تھا۔ صحابہؓ سے یہ بے حرمتی دیکھی نہیں جاتی تھی اس لئے حضرت ابوسعید خدریؓ پہاڑ کی ایک کھوہ میں چلے گئے تھے لیکن یہاں بھی پناہ نہ تھی ایک فوجی بلائے بے درماں کی طرح پہنچ گیا اور اندر اتر کر تلوار اٹھائی۔ انہوں نے بھی دھمکانے کی خاطر تلوار کھینچ لی مگر وہ آگے بڑھا تو حضرت ابوسعیدؓ نے تلوار رکھ دی اور یہی آیت پڑھی جو آدم کے ایک بیٹے نے دوسرے بیٹے کے سامنے پڑھی تھی

لَئِنۡۢ بَسَطۡتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقۡتُلَنِیۡ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیۡکَ لِاَقۡتُلَکَ ۚ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۹﴾

(مائدہ: 30)

شامی فوجی یہ سن کر سناٹے میں آ گیا پیچھے ہٹا اور کہا خدا کے لئے بتائیے آپ کون ہیں؟ فرمایا ابوسعید خدری۔ بولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی؟ کہا ہاں، یہ سن کر وہ غار سے نکل کر چلا گیا۔

(تاریخ طبری حالات 63 ھ)

حضرت ابوسعید خدری نے خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر فتح حاصل کر لی۔

قرض داروں پر شفقت

حضرت ابو قتادہؓ کا ایک مسلمان پر قرض تھا۔ یہ مانگنے کے لئے جاتے۔ مگر ملاقات نہ ہوتی اور ممکن ہے وہ عمداً سامنے نہ آتا ہو۔ ایک روز یہ گئے تو بچے نے باہر آ کر بتایا کہ میرے والد صاحب گھر پر موجود ہیں۔ آپؓ نے آواز دی اور کہا کہ مجھے علم ہوگیا ہے کہ تم گھر میں ہو اس لئے ضرور باہر آ جاؤ۔ آخر وہ آیا تو آپؓ نے پوچھا کہ چھپنے کی کیا وجہ تھی اس نے کہا بات دراصل یہ ہے کہ مَیں بہت تنگ دست ہوں۔ عیال دار آدمی ہوں آمدنی محدود ہے۔ اس لئے قرض ادا نہیں کر سکا اور ندامت کی وجہ سے سامنے بھی نہیں ہوتا رہا۔ آپؓ نے کہا۔ تمہیں خدا کی قسم واقعی تمہاری یہی حالت ہے؟ اس نے قسم کھا کر کہا تو آپ آبدیدہ ہو گئے اور سارا قرض اسے معاف کر دیا۔

(مسند احمد جلد 5)

ایک دن حضرت صفوانؓ مسجد میں چادر بچھا کر سو رہے تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور ان کی چادر چرا کر لے جانا چاہا۔ مگر حضرت صفوانؓ کی آنکھ کھل گئی اور انہوں نے اسے پکڑ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کے مطابق چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ تو حضرت صفوانؓ کا دل گداز ہوگیا۔ عرض کیا۔ کیا صرف تیس درہم کی چادر کے لئے اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے؟ مَیں یہ چادر اس کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہوں۔ قیمت یہ جب چاہے ادا کر دے۔

(سنن ابی داؤد۔ کتاب الحدود باب من سرق من حرز حدیث نمبر 3819)

ایفائے عہد

ایرانیوں کا ایک سردار ہرمزان نامی تھا ایرانی جب قادسیہ کے میدان میں شکست کھا کر بھاگے تو اس شخص نے خوزستان کے علاقہ میں اپنی ایک خود مختار حکومت قائم کر لی۔ مسلمانوں نے اسے شکست دی تو اس نے اطاعت قبول کر لی لیکن کئی بار بغاوت کی۔ بہت تگ و دو اور لڑائیوں کے بعد اس نے درخواست کی کہ میں پھر صلح کرتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ مسلمان مجھے مدینہ میں اپنے خلیفہ کی خدمت میں بھیج دیں وہ جو فیصلہ میرے متعلق کریں گے مجھے بسر و چشم منظور ہو گا۔ چنانچہ اسے مدینہ بھیجا گیا۔ جب وہ فاروقِ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے اتنی مرتبہ کیوں بدعہدی کی ہے؟ تو ہرمزان نے کہا مجھے پیاس لگی ہے چنانچہ پانی لایا گیا تو پیالہ پکڑ کر اس نے کہا کہ آپ مجھے پانی پینے کی حالت میں قتل کر دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں اس کی کوئی فکر نہ کرو۔ جب تک تم یہ پانی نہ پی لو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ یہ سنتے ہی اس نے پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا کہ مَیں پانی پیتا ہی نہیں اور اس وعدہ کے مطابق اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ اب دیکھیں یہ بھی کوئی وعدہ ہے عام رنگ میں ایک بات کہی گئی ہے توڑ مروڑ کر فائدہ اٹھایا گیا لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ گو تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا مگر میں تم کو دھوکا نہ دونگا اور تمہیں قتل نہیں کرونگا۔ بدعہدی کے مقابلہ میں عہد کی پابندی اور باوجود تمام قدرت رکھنے کے حضرت عمرؓ کے عفو و احسان کا اتنا گہرا اثر اس پر ہوا کہ اس نے فوراً کلمۂ توحید پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔

(الفاروق جلد اول صفحہ 119)

سادہ زندگی

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر بھی رہے مگر دنیاوی لذات سے ہمیشہ کنارہ کش رہے۔ بطور گورنر جو تنخواہ ملتی وہ ساری مستحقین میں تقسیم کر دیتے اور چٹائی بُن کر اس کی آمد سے گزارہ کرتے۔ عمر بھر گھر نہیں بنایا جہاں کہیں دیوار یا درخت کا سایہ ملتا پڑے رہے۔ ایک شخص نے اجازت چاہی کہ آپ کے لئے مکان بنادوں تو انکار کر دیا اور اس کے اصرار کے باوجود اجازت نہ دی۔ آخر اس نے کہا کہ میں آپ کی مرضی کے مطابق گھر بناؤں۔ پوچھا وہ کیسا۔ اس نے کہا اتنا مختصر کہ کھڑے ہوں تو سر چھت سے مل جائے اور لیٹیں تو پیر دیواروں سے لگیں۔ فرمایا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ اس نے ایک جھونپڑی بنادی۔

(الاستیعاب فی اسماء الاصحاب از علامہ ابن عبد البر مطبع مصطفی محمد مصر 1939ء)

اعلیٰ کردار کی گواہی

حضرت ابو بکر صدیقؓ مکہ میں نہایت عزت سے دیکھے جاتے تھے مگر قبول اسلام کے بعد دشمن کے مظالم اور سب و شتم سے تنگ آ کر ہجرت حبشہ کا قصد کیا۔ آپ نے آنحضرت ﷺ سے اجازت لی اور رخت سفر باندھ کر عازم حبشہ ہوئے۔ جب آپؓ مقام برک الغماد میں پہنچے تو ابن الدغنہ قارہ قبیلہ کے رئیس سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا ابو بکر کہاں کا قصد ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ قوم نے مجھے جلا وطن کر دیا ہے۔ اب ارادہ ہے کہ کسی اور ملک کو چلا جاؤں اور آزادی سے خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا کہ تم سا آدمی جلا وطن نہیں کیا جا سکتا۔ تم مفلس و بے نوا کی دستگیری کرتے ہو۔ قرابت داروں کا خیال رکھتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو، مصیبت زدوں کی اعانت کرتے ہو۔ میرے ساتھ واپس چلو اور اپنے وطن ہی میں اپنے خدا کی عبادت کرو۔ چنانچہ آپؓ ابن الدغنہ کے ساتھ پھر مکہ واپس آئے۔ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو تسلیم کیا مگر بعد میں اسے برداشت نہ کر سکے اور حضرت ابو بکرؓ نے یہ پناہ واپس کر دی۔

(صحیح بخاری باب ہجرت النبی واصحابہ الی المدینۃ)

حضرت نعیم بن عبد اللہؓ نہایت فیاض صحابی تھے اور ہجرت سے قبل مکہ میں بنو عدی کی بیواؤں اور یتیموں کی پرورش کرتے تھے۔ کفار پر ان کی نیکی کا اتنا اثر تھا کہ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تمام کفار نے روک کر کہا کہ جو مذہب چاہو اختیار کرو مگر یہاں سے نہ جاؤ۔ اگر کوئی تم سے الجھے گا تو سب سے پہلے ہماری جان تمہارے لئے قربان ہو گی۔

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 33)

یہ وہ پاک باز گروہ تھا جو محمد رسول اللہ ﷺ کی قوت قدسیہ نے پیدا کیا اور جن کو عالم انسانیت کے لئے رہنما بنا دیا گیا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ’’ہمارے ہادیٔ اکمل کے صحابہؓ نے اپنے خدا اور رسول کے لئے کیا کیا جاں نثاریاں کیں، جلاوطن ہوئے۔ ظلم اٹھائے، طرح طرح کے مصائب برداشت کئے جانیں دیں لیکن صدق و وفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے پس وہ کیا بات تھی جس نے انہیں ایسا جاں نثار بنا دیا۔ وہ سچی محبت الٰہی کا جوش تھا۔ جس کی شعاع ان کے دل میں پڑ چکی تھی، اس لئے خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کر لیا جائے، آپؐ کی تعلیم، تزکیہ نفس، اپنے پیروؤں کو دنیا سے متنفر کرا دینا، شجاعت کے ساتھ صداقت کے لئے خون بہا دینا اس کی نظیر کہیں نہیں مل سکے گی۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 27)

شمشاد احمد قمر۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ جرمنی

صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ کی لازوال قربانیاں

انصار کے لئے خصوصی تحریر۔ تا ”صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا“ کی تصدیق ہو

تاریخ انسانیت ایک کھلی کتاب کی طرح اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ جب بھی اللہ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لئے کسی کو مبعوث کیا گیا تو شیطان اور اس کے پجاری پوری طاقت سے اس چراغ کو بجھانے کے درپے ہو گئے۔ ان کے پیروکاروں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ انہیں ابتلاوں میں ڈالا گیا۔ ان پر زمین تنگ کر دی گئی۔ لیکن وہ اور ان کے ساتھی جان، مال، وقت اور عزت کی قربانیاں دے کر اخلاص و وفا کی ایسی داستانیں رقم کر گئے جو وقت کی پیشانی سے مٹائی نہیں جا سکیں گی۔

آنحضور ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی قربانیاں اسی تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔ لیکن حضورؐ نے آنے والے مسیح و مہدی علیہ السلام کی جماعت کے بارے میں بھی یہی پیشگوئی فرمائی تھی کہ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی ان کی حالت بھی یہی ہوگی جو میری اور میرے صحابہؓ کی ہے۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ نے بھی ایسی ہی قربانیوں کی ایک تاریخ چھوڑی ہے جسے پڑھ کر اہل ایمان کے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں اور یہ قربانیاں آنے والوں کے لئے ایک مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کی ان قربانیوں کے پیش نظر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”ہماری جماعت کے دوستوں میں کتنی ہی کمزوریاں ہوں، کتنی ہی غفلتیں ہوں۔ لیکن اگر موسیٰؑ کے صحابی ہمارے سامنے اپنا نمونہ پیش کریں تو ہم ان کے سامنے اس گروہ کا نمونہ پیش کر سکتے ہیں۔ اسی طرح عیسیٰؑ کے صحابی اگر قیامت کے دن اپنے اعلیٰ کارنامے پیش کریں۔ تو ہم فخر کے ساتھ ان کے سامنے اپنے ان صحابہؓ کو پیش کر سکتے ہیں اور یہ جو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا۔ میری امّت اور مہدی کی امّت میں کیا فرق ہے۔ میری امّت زیادہ بہتر ہے یا مہدی کی امّت زیادہ بہتر۔ تو درحقیقت ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے فرمایا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اور دوسرے صحابہؓ کی طرح ہر قسم کی قربانیاں کرنے والے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار رہتے تھے“

(الفضل قادیان 28 اگست 1941ء جلد 29 نمبر 196 صفحہ 6-7)

ان میں سے چند صحابہ کا ذکر کرنا مقصود ہے۔

حضرت مولوی عبد الرحمٰن شہیدؓ

حضرت مولوی عبدالرحمٰنؓ حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ شہید کے ہونہار شاگرد تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کی خبر ملی تو آپؓ نے حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو 1894 یا 1895ء سے وقتاً فوقتاً حضور علیہ السلام کی خدمت میں قادیان بھجوانا شروع کر دیا۔ آپ کئی ماہ تک قادیان میں رہ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فیض پاتے، کتب کا مطالعہ کرتے اور ایمان کی تازگی کے ساتھ واپس لوٹتے۔ آخری مرتبہ دسمبر 1900ء (کے غالباً آواخر میں) میں آپ قادیان تشریف لائے۔ اس وقت افغانستان کی سرحد (ڈیورنڈ لائن) پر اختلافات کی وجہ سے بعض سرحدی قبائل نے انگریزوں کے خلاف شورش برپا کر رکھی تھی۔ علماء نے جہاد کے نام پر انگریزوں کے قتل کے فتوے جاری کر دیئے۔ جہاد کی اس غلط تشریح سے اسلام اور مسلمانوں کی بہت بدنامی ہو رہی تھی۔ حضرت مولوی صاحب نے جہاد سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح کے مطابق اسلامی تعلیم سے مکمل اتفاق کیا۔ 1901ء میں قادیان سے واپسی پر افغانستان کے بعض علماء نے آپ کے خلاف اس معاملے کو ہوا دی اور امیر کابل سے شکایت کر دی کہ انہوں نے ایک پنجابی کی بیعت کر لی ہے جو اپنے آپ کو مسیح موعود ظاہر کرتا ہے اور جہاد کا مخالف ہے۔ اس پہ آپؓ کو گرفتار کر کے پہلے نظر بند رکھا گیا اور پھر دکھ اور تکالیف دیتے ہوئے گردن میں کپڑا ڈال کر گلا گھونٹ کر شہید کر دیا گیا۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام آپ کے بارے میں پورا ہوا کہ شَاتَانِ تُذْبَحَانِ۔ (کہ دو بکرے ذبح کئے جائیں گے) علم التعبیر میں ”شاۃ“ (بکری) کی تعبیر مطیع اور فرمانبردار رعایا کی بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس الہام سے ظاہر ہوتا تھا کہ دو بکری کی طرح معصوم اور اپنے بادشاہ کی فرمانبرداری کرنے والے بغیر کسی جرم شہید کر دیے جائیں گے۔

حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہیدؓ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے اور اس کے نتیجے میں انتہائی درجہ کے ظلم وستم اور بربریّت برداشت کرتے ہوئے اپنی جان، مال، وقت اور عزّت کی قربانی پیش کرنے والوں میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ شہید کا نام ایک روشن ستارے کی طرح آسمانِ روحانیت پر چمکتا رہے گا۔ آپؓ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کی اولاد میں سے تھے۔ آباؤ اجداد ہجرت کر کے افغانستان آ گئے۔ آپ افغانستان کے صوبہ خوست میں پیدا ہوئے۔ بہت بڑی جائیداد کے مالک، ایک اعلیٰ درجہ کے عالم دین اور امیر کابل کے مشیر تھے۔ افغانستان کے بادشاہ امیر عبدالرحمٰن کی وفات پہ نئے بادشاہ امیر حبیب اللہ خان کی رسم تاجپوشی آپؓ کے ہاتھوں ہی انجام پائی۔

آپؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کی خبر مل چکی تھی اور اپنے شاگرد رشید حضرت مولوی عبدالرحمٰنؓ شہید کے ذریعہ حضورؑ کی تعلیمات سے آگاہی ہو چکی تھی اور حضورؑ کی صداقت کا یقین کر چکے تھے۔ آپ حج کرنے کی نیّت سے بادشاہ سے چھ ماہ کی رخصت لے کر 1902ء کے آواخر میں مکّہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ لیکن لاہور پہنچنے پر معلوم ہوا کہ طاعون کی وجہ سے حج کا سفر روک دیا گیا ہے۔ اس پہ آپؓ نے قادیان جانے کا ارادہ کر لیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر لی اور اپنی رخصت کے ایّام قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں گزارے۔ 1903ء میں واپسی کی اجازت لے کر افغانستان تشریف لائے۔ امیر کابل کو آپ کی شکایت کر دی گئی اور علماء نے آپ کے خلاف کفر وارتداد کے فتوے دیئے اور بادشاہ کو آپ کے خلاف بہت بھڑکایا گیا۔ جس کی بناء پر آپ کو گرفتار کر کے ایک قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ ایک غرغراب نامی زنجیر کمر تک آپ کو پہنا دی گئی جس کا وزن ایک من چوبیس سیر تھا۔ پاؤں میں آٹھ سیر وزنی بیڑی لگا دی گئی۔ اسی قید بامشقت کی حالت میں آپ نے صبر واستقامت سے چار ماہ عبادت اور ذکر الٰہی کرتے ہوئے گزارے۔ بادشاہ کی طرف سے متعدد مرتبہ آپؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کرنے کے بدلہ میں رہائی کی پیشکش ہوتی رہی جسے آپؓ حقارت سے ٹھکراتے رہے۔ تاہم آپ نے بادشاہ سے کہا کہ میری علماء سے بحث کروائی جائے۔ اگر میں جھوٹا ثابت ہو جاؤں تو بے شک مجھے سزا دی جائے۔ اس پہ مسجد شاہی میں آٹھ مفتیوں سے بحث کروانے کا فیصلہ کیا گیا اور ایک لاہوری ڈاکٹر جو پہلے سے ہی سخت مخالف تھا ثالث مقرر کر دیا گیا۔ مباحثہ تحریری تھا۔ جس میں صرف تحریر لکھی جاتی اور سامعین کو کچھ بھی دکھایا یا سنایا نہ جاتا۔ لہٰذا اس مباحثہ کا حال کسی کو بھی معلوم نہیں۔ آپؓ زنجیروں میں قید کی حالت میں تھے۔ جبکہ دشمن نہ صرف آزاد تھے بلکہ آٹھ آدمی برہنہ تلواریں لئے آپؓ کے سر پہ کھڑے رہے۔ صبح سات بجے سے سہ پہر تین بجے تک مباحثہ جاری رہا۔ پھر عصر کے بعد فتویٰ لگا دیا گیا اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو دوبارہ پابہ زنجیر قید خانہ بھجوا دیا گیا۔ رات کو وہ فتویٰ بادشاہ کو بھجوا دیا گیا لیکن یہ چالاکی کی گئی کہ مباحثہ کے اصل کاغذات بادشاہ کو نہ دکھائے گئے۔ اور بادشاہ نے بھی اصل کاغذات طلب کرنے کی زحمت تک گوارہ نہ کی اور آپ کو قید خانہ بھجوا دیا گیا

صبح آپؓ کو امیر کے دربار میں اسی حالت میں لایا گیا اور بادشاہ نے آپ سے کہا کہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگ چکا ہے۔ اب بتاؤ توبہ کرو گے یا سزا پاؤ گے؟ تو آپ نے صاف لفظوں میں انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں حق سے توبہ نہیں کرسکتا۔ کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں؟ مجھ سے یہ نہیں ہوگا۔ اور آپ اپنے ایمان پر ڈٹے رہے۔ اور فرمایا کہ مجھ سے یہ امیدمت رکھو کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔ اس پر امیر نے ایک لمبا چوڑا حکم نامہ لکھا جس میں مولویوں کا فتویٰ بھی درج کیا کہ ایسے کافر کی سزا سنگسار کرنا ہے۔

اس کے بعد امیر نے حکم دیا کہ آپؓ کے ناک میں چھید کر کے رسّی ڈال دی جائے۔ اور کھینچ کر مقتل گاہ پہنچایا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اسی حالت میں لوگوں کا ایک جم غفیر، جس میں قاضی، مفتی اور دیگر اہلکار بھی شامل تھے، ہنسی، ٹھٹھہ، گالیاں اور لعنت ملامت کرتے ہوئے آہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے اس ایمان مجسم وجود کو مقتل تک لے آئے۔ مقتل میں پہنچ کر عزم وہمّت کی چٹان اور صبر و استقامت کے اُس شہزادے کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا گیا۔ اس حالت میں امیر پھر آپ کے پاس آیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی کا جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، انکار کر دے تو میں اب بھی تمہیں بچا لیتا ہوں۔ یہ آخری موقع ہے۔ اپنی جان اور اہل و عیال پر رحم کر۔ تب آپؓ نے جواب دیا کہ سچائی سے انکار کیونکر ہوسکتا ہے۔ جان کی کیا حقیقت اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جن کے لئے ایمان چھوڑ دوں؟ میں حق کے لئے مروں گا۔

اس پہ وہاں موجود قاضیوں اور فقیہوں نے کافر کافر کا شور مچایا اور سنگسار کرنے کا مطالبہ کیا۔ تو امیر نے قاضی کو کہا کہ چونکہ تم نے کفر کا فتویٰ دیا ہے لہٰذا پہلا پتھر تم مارو۔ قاضی نے کہا آپ بادشاہ ہیں آپ چلائیں۔ بادشاہ نے کہا شریعت کے آپ بادشاہ ہیں اور فتویٰ بھی آپ کا ہے۔ اس میں میرا دخل نہیں۔ اس پہ قاضی نے جو گھوڑے پہ سوار تھا، گھوڑے سے اتر کر پتھر چلایا جس سے آپؓ کو ایک کاری زخم لگا اور گردن ایک طرف جھک گئی۔ پھر اس کے بعد امیر نے پتھر چلایا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس ہجوم کی طرف سے آپؓ پر پتھروں کی بارش کر دی گئی اور چشم فلک نے ایک نیک اور متقی بزرگ، ایک عالم باعمل، ناز ونعمت میں پلے شہزادے کو محض اپنے خدا اور اس کے مأمور سے وفاداری کے جرم میں پتھروں کے ڈھیر میں زندہ دفن ہوتے اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کرتے ہوئے دیکھا۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے
اس جان کی تو کوئی بات نہیں، یہ جان تو آنی جانی ہے

آپؓ کی شہادت پہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

’’وہ درحقیقت ان راستبازوں میں سے تھا جو خدا سے ڈر کر اپنے تقویٰ اور اطاعت الٰہی کو انتہاء تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور خدا کے خوش کرنے کے لئے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان اور عزّت اور مال کو ایک ناکارہ خس و خاشاک کی طرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کو طیار ہوتے ہیں۔ اس کی ایمانی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر میں اس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہ ناقص نہ ہو‘‘

(تذکرہ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 10)

نیز فرمایا

’’اے عبداللطیف! تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا‘‘

(تذکرہ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 60)

حضرت نواب محمد علی خانؓ

آپؓ مالیر کوٹلہ کے نواب خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک پہ شاہانہ زندگی ترک کر کے قادیان آ گئے اور ساری زندگی یہیں بسر کی۔ آپ کہ پہلی بیوی کی 1898ء میں وفات ہوگئ۔ دوسری شادی کی لیکن 1906ء میں دوسری اہلیہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد آپ کی تیسری شادی حضرت صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔

عام طور پہ دیکھا جاتا ہے کہ بڑے بڑے نواب، زمیندار اور مالدار گھرانے اپنی جاہ حشمت کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے دینی معاملات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ لیکن حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کا طرز عمل اس کے بالکل برعکس تھا۔ اسلام اور احمدیت کی خاطر آپ نے کبھی کسی قسم کی قربانی کرنے سے دریغ نہیں کیا اور اس سلسلہ میں کبھی خاندان، مال و دولت یا ظاہری عزّت و وجاہت کو راہ میں حائل نہیں ہونے دیا۔ آپ ہر مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے۔ اس وقت جب انجمن کی مالی حالت بہت کمزور تھی اور باتنخواہ ملازم نہ رکھ سکتی تھی۔ تو آپ نے بعض مبلغین کا خرچ خود اُٹھایا۔ تحریک شدھی میں پیرانہ سالی کے باوجود خود تشریف لے گئے اور خوب محنت کی اور اپنے ساتھیوں سمیت سارا خرچ خود برداشت کیا۔

ایسے بڑے خاندانوں میں رشتہ کرتے وقت عموماً جائیداد کا بہت خیال رکھا جاتا ہے۔ آپؓ کی صاحبزادی محترمہ زینب بیگم صاحبہ کے ساتھ حضرت مرزا شریف احمد رضی اللہ عنہ کے نکاح کی تجویز ہوئی تو آپ کے رشتہ داروں نے آپؓ کو بہت روکا کہ اس طرح مالیر کوٹلہ کی جائیداد سے حصّہ دینا پڑے گا۔ لیکن آپؓ نے اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی اور فرمایا کہ جب میں ایک شخص کو مسیح موعود مان چکا ہوں تو ان کو رشتہ دینے سے کیسے انکار کرسکتا ہوں؟ نیز فرمایا کہ

’’جو میں نے دیکھا ہے وہ آپ کو نظر نہیں آ سکتا۔ اتنا آپ سن لیں کہ اگر شریف احمد ٹھیکرا لے کر گلیوں میں بھیک بھی مانگ رہا ہوتا تب بھی شریف احمد کو ہی بیٹی دیتا‘‘

(رفقاء احمد جلد 2 صفحہ 256)

یہ وہ وجود تھے جنہیں اپنی دنیوی وجاہت سے کوئی غرض نہ تھی بلکہ سب کچھ فدا کر کے صرف اور صرف دین کو زندہ رکھنا ہی اپنا مقصود و مطلوب سمجھتے تھے۔

حضرت مولانا برہان الدین جہلمیؓ

حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی رضی اللہ عنہ 1830ء میں پیدا ہوئے۔ دینی علوم خصوصاً حدیث اور فقہ کے ماہر تھے۔ 1886ء میں ہوشیار پور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنی فہم و فراست سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بیعت کی درخواست کی لیکن حضورؑ نے فرمایا کہ ابھی بیعت کی اجازت نہیں ہے۔ پھر بعد میں 1892ء میں بیعت کرلی۔

حضرت مستری نظام الدین صاحب سیالکوٹی سنایا کرتے تھے کہ 1904ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ تشریف لے گئے تو مولوی صاحب بھی وہاں پہنچ گئے۔ حضورؑ اپنے خدّام کے ہمراہ جا رہے تھے کہ کھڑکی سے کسی عورت نے حضورؑ پر راکھ ڈالی۔ حضور تو (بحفاظت) گزر گئے مگر راکھ مولوی صاحب کے سر پہ پڑی۔ آپ پر محویّت طاری ہو گئی اور نہایت خوشی سے فرمانے لگے۔ ’’پا اے مائے پا‘‘ یعنی اے بوڑھی ماں اور راکھ ڈال۔

حضور علیہ السلام جب سیالکوٹ سے واپس تشریف لے گئے تو آپؓ حضور کو الوداع کہنے کے بعد پیچھے رہ گئے اور بعض شریروں نے آپ کو پکڑ لیا اور ہنسی، تمسخر اور ٹھٹھہ کرتے ہوئے آپ کی بہت بے عزّتی کی اور مارا پیٹا حتّٰی کہ آپ کے مونہہ میں گوبر تک ٹھونس دیا۔ لیکن آپ نے اس تکلیف پر بھی بشاشت سے فرمایا کہ ’’او برہانیاں! ایہہ نعمتاں کتھوں‘‘۔ یعنی آپؓ کو معلوم تھا کہ انبیاء کرام اور ان کے متّبعین سے مخالفین کا کیا سلوک ہوتا ہے اور اس پر صبر و استقامت اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول کتنی بڑی نعمت ہے۔ یہ نعمت تو نصیب والوں کو ہی ملتی ہے۔ لہٰذا سنّتِ انبیاء میں اس تضحیک آمیز رویّہ پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اسے نعمت قرار دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 409-410)

حضرت مولانا شیر علیؓ

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے 1897ء میں قریباً 22 سال کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ انگلینڈ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود سب کچھ چھوڑ کر قادیان میں دربار مسیح پہ حاضر ہو گئے پھر واپس پلٹ کے دنیا کی طرف نہیں دیکھا۔ جماعت کی خدمت میں آپ کی انگریزی اور اردو زبان میں اعلیٰ پائے کی تحریریں آپ کے تبحر علمی کا مونہہ بولتا ثبوت ہیں۔ جن میں سب سے بہترین تحریر آپ کا انگریزی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ ہے۔

اس دور میں تعلیم یافتہ لوگوں کی کمی تھی۔ اور یونیورسٹی سے گریجویشن کر لینا تو بہت ہی بڑے اعزاز کی بات سمجھی جاتی تھی۔ یونیورسٹی سے بی۔اے کرنے بعد آپؓ قادیان میں تھے تو آپؓ کو اعلیٰ صلاحیتوں کی بناء پر گورنمنٹ کی طرف سے جج کے عہدہ کی پیشکش ہوئی۔ آپؓ نے وہ چٹھی اپنے والد صاحب کو بتائے بغیر ہی پھاڑ کر پھینک دی تا کہ والد صاحب وہاں جانے پر مجبور نہ کریں اور قادیان کا روحانی ماحول چھوڑنا نہ پڑے۔ آپؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہ کر خدمت دین کرنا اتنا پسند کرتے تھے کہ اس پہ دنیا کی نعمت کو قربان دینا معمولی خیال کرتے تھے۔ اور دنیا کی نعماء سے مونہہ موڑ کر فقیرانہ زندگی کو پسند فرماتے تھے۔

آپؓ رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر تھے۔ ایک مرتبہ دو انگریز افسر قادیان آئے۔ آپؓ باہر حضرت نواب صاحبؓ کی کوٹھی کے قریب سادہ سے کپڑوں میں ملبوس اپنی بھینس چرا رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے آپؓ سے پوچھا کہ ہم نے ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر صاحب سے ملنا ہے۔ آپؓ نے فرمایا چلیئے میں آپ کو لے چلتا ہوں۔ انہیں اپنے گھر میں لاکر بیٹھک میں بٹھایا اور فرمایا کہ آپ تشریف رکھیں میں انہیں بلا کے لاتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں آپؓ ہمیں ان کے گھر ہی لے چلیں۔ اس پہ آپؓ نے فرمایا ’’ریویو کا ایڈیٹر تو میں ہی ہوں‘‘۔ وہ دونوں افسر یہ سن کر ہکّابکّا رہ گئے اور بے ساختہ ان کے مونہہ سے نکلا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ اس رسالہ کا ایڈیٹر کوئی انگریز ہو گا۔

(سیرت حضرت مولانا شیر علیؓ از ملک نذیر احمد، صفحہ 189-190)

ملک فرید احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ معروف صحافی میاں محمد شفیع صاحب المعروف ’’م۔ش‘‘ جلسہ سالانہ کی رپورٹنگ کے لئے قادیان آئے۔ مجھے کہنے لگے کہ ملک صاحب کوئی ولی اللہ دکھلائیں۔ میں نے کہا کہ سب سے بڑے ولی اللہ تو ہمارے امام ہی ہیں۔ کہنے لگے ہاں وہ تو ہوئے۔ لیکن پھر بھی میں کسی فقیر ولی اللہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اسی اثناء میں حضرت مولوی شیر علی صاحب کندھے پہ بھورے رنگ کا موٹا اور کھردرا سا کمبل ڈالے ہمارے قریب سے گزرے۔ میں نے کہا یہ ہمارے مولوی شیر علی صاحب ہیں 1902ء میں گریجویٹ ہوئے اور یورپ میں تین سال رہ کر آئے ہیں۔ انگریزی زبان کے بڑے ماہر ہیں۔ برسوں سے رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر ہیں۔ میاں صاحب کہنے لگے میں ایسے ہی فقیر کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اور جب تک مولوی صاحبؓ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئے ان کی نظریں حضرت مولوی صاحب کا تعاقب کرتی رہیں۔

(سیرت حضرت مولانا شیر علیؓ از ملک نذیر احمد صفحہ 56-57)

حضرت مولانا محمد ابراہیم بقاپوریؓ

آپؓ 1873ء میں چک چٹھہ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور سے اپنی دینی تعلیم مکمل کی۔ 1905ء میں قادیان جاکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پہ بیعت کا شرف حاصل کیا۔ 1914ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریک پر زندگی وقف کی اور تبلیغی جہاد کا سلسلہ تادم آخر جاری رہا۔

آپؓ کے تایا مکرم چراغ دین صاحب مرحوم ایک نیک، متقی، تہجد گزار اور ولی اللہ آدمی تھے۔ ان کے متعلق حضرت مولوی صاحب کی والدہ محترمہ نے بتایا کہ وہ کہتے تھے کہ ابراہیم تمہارے گھر میں ایک نور لائے گا جسے تم وقت پر سمجھ لو گے۔ اس سے مراد اُن کی احمدیت تھی۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے خاندان میں پہلا احمدی ہوں۔

(حیات بقاپوری، صفحہ 6)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے واپس اپنے ننھیال قصبہ مرالی آئے اور نماز پڑھانے کے بعد اپنی بیعت کا اعلان کر دیا۔ تو لوگوں نے شدید مخالفت کی۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ایک تھانیدار (جو نماز پڑھنے آیا تھا) کہنے لگا کہ بس خبردار اب جو تو ہمارے مصلّٰی پہ کھڑا ہوا۔ میں مصلّے سے الگ ہوگیا اور کہا یہ لو۔۔۔ نہ اب میں تمہارا امام اور نہ ہی تم میرے مقتدی۔ کیونکہ اب میں امام الزماں حضرت مہدی علیہ السلام کو مان چکا ہوں اور تم اس امام کے منکر ہو اور جو امام کا منکر ہو وہ فاسق ہوتا ہے۔۔۔ پس میں تو متقیوں کا امام بننا چاہتا ہوں، فاسقوں کا نہیں۔ وَجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَاماً۔ میرے اس اعلان پر قصبہ میں شور پڑ گیا اور میری مخالفت شروع ہوگئی۔۔۔ مولویوں نے میرا بائیکاٹ کروا دیا عوام کالانعام مجھے علانیہ گالی گلوچ دینے پر اتر آئے۔ میرا ماموں جو میرا خسر بھی تھا میرے خلاف ہوگیا اور کہنے لگا میرے گھر سے نکل جاؤ۔۔۔ میں نے مصمّم ارادہ کرلیا تھا کہ لوگ خواہ مجھے کتنی ہی تکالیف پہنچائیں میں تبلیغ کرنا نہیں چھوڑوں گا۔۔۔ اور ان کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کروں گا۔

(حیات بقاپوری صفحہ 15)

اپنے خسر (آپؓ کے ماموں بھی تھے) کے گھر سے نکال دینے کے بعد آپؓ اپنے گاؤں موضع بقاپور آگئے تو گھر والوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ گھر میں بڑے بھائی کے سوا (جو قادیان ساتھ گئے تھے لیکن بیعت نہ کی) سب گھر والے بھی مخالف ہو گئے۔ اور برا بھلا کہتے رہے۔ ایک ماہ کے بعد آپ کی والدہ صاحبہ نے اپنے خاوند سے کہا کہ اس کو کیوں برا بھلا کہتے ہو؟ یہ تو پہلے سے زیادہ نمازیں پڑھتا ہے اور تہجد کا بھی پابند ہے۔ والد نے کہا کہ اس نے مرزا کو مان لیا ہے جو مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ والدہ نے کہا کہ امام مہدی کے معنی تو ہدایت یافتہ لوگوں کے امام کے ہیں۔ ان کے ماننے سے تو میرے بیٹے کو زیادہ ہدایت نصیب ہوگئی ہے۔ اور اس کا ثبوت اس کے عمل سے ظاہر ہے۔ اور ساتھ ہی آپؓ سے کہا کہ بیٹا! میری بیعت کا بھی خط لکھ دو۔ اور اس طرح آپؓ کی والدہ محترمہ اور پھر خاندان کے دیگر افراد بھی بیعت کر کے نور ہدایت سے منوّر ہو گئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ

’’بقاپور میں 1905ء سے 1908ء تک تین سال ہر طرح کی مالی اور بدنی ابتلاؤں کے گزرے۔ کئی کئی دن فاقہ کشی بھی کرنی پڑی لیکن باوجود جسمانی تکلیفوں کے روحانی مسرّت زیادہ سے زیادہ حاصل ہوتی رہی اور اب بھی وہ دن یاد آتے ہیں تو اس خاص زمانے کو یاد کر کے جذبات میں ایک طلاطم برپا ہو جاتا ہے‘‘

(حیات بقاپوری صفحہ 19)

حضرت مولوی حسن علی بھاگلپوریؓ

آپ 22 اکتوبر 1852ء کو بھاگل پور میں پیدا ہوئے اور 11 جنوری 1894ء میں بیعت کی۔ 313 صحابہؓ میں شامل ہیں۔ آپؓ انگلش، عربی، فارسی، اردو، ہندی اور بنگلہ زبانوں کے ماہر تھے۔ پٹنہ میں اسکول میں ہیڈ ماسٹر رہے۔ آپؓ ایک شعلہ بیان مقرر تھے۔ اپنے انداز بیان سے مجمع پر چھا جاتے۔ لیکن دنیوی زندگی سے مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے ملازمت سے استعفیٰ دے کر دین اسلام کی خدمت میں مشغول ہو گئے اور ہندوستان کے اعلیٰ پائے کے مبلغین اسلام میں شمار ہونے لگے۔ اس دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے اور آپؑ خدمت میں قادیان جانے کا موقع ملا تو یہی سوال ذہن میں اُٹھا کہ ہندوستان میں بطور واعظ جو عزّت وتکریم ملی ہوئی ہے، اسے قائم رکھا جائے یا اس جلیل القدر امام کا متبع ہو کر تکفیر اور ملامت کا ٹوکرہ سر پہ اُٹھا لیا جائے؟ تو دل نے فیصلہ کیا کہ جب سچائی کھل گئی ہے تو اپنی صحت روحانی کا دشمن بن کر اندرونی پلید گی اور منافقانہ زندگی میں ڈوبا رہنے کا کیا فائدہ۔ بالآخر 11، جنوری 1894ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پہ بیعت کر کے آپؑ کی غلامی میں آگئے۔

بیعت کے بعد آپؓ لاہور آئے اور ایک لیکچر میں قادیان سے حاصل کردہ فیوض و برکات کا کھول کر ذکر کیا۔ اس کے بعد جب واپس مدراس پہنچے تو وہی کچھ ہوا جو عاشقان صدق و وفا کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپ اس سلسلہ میں خود بیان فرماتے ہیں کہ

’’مسجد میں واعظ کرنے سے روکا گیا۔ ہر مسجد میں اشتہار کیا گیا کہ حسن علی سنّت الجماعت سے خارج ہے۔ کوئی اس کا واعظ نہ سنے۔ پولیس کو اطلاع دی گئی کہ میں فساد پھیلانے والا ہوں۔ وہ شخص جو چند ہی روز پہلے شمس الواعظین جناب مولانا صاحب واعظ اسلام کہلاتا تھا، صرف حسن علی لیکچرار کے نام سے پکارا جانے لگا۔ پہلے واعظوں میں ایک ولی سمجھا جاتا تھا، اب مجھ سے بڑھ کر شیطان دوسرا نہ تھا۔ جدھر جاتا انگلیاں اُٹھتیں۔ سلام کرتا جواب نہ ملتا۔ مجھ سے ملاقات کرنے کو لوگ خوف کرتے۔ میں ایک خوفناک جانور بن گیا‘‘

(تائید حق، از حضرت مولوی حسن علیؓ بھاگلپوری صفحہ 69-70)

حضرت مولوی احمد علی صاحب بھاگلپوری لکھتے ہیں کہ

’’آپ مدراس لوٹے تو سارے علماء مدراس نے آپ کی تکفیر کی اور آپ کو دجّال اور کرسٹان (عیسائی) کہنے لگے‘‘

(اصحاب احمد جلد 14 صفحہ 55)

رسالہ ’’معاصر‘‘ پٹنہ نے آپ کے بارے میں لکھا کہ

’’قادیانی مذہب قبول کرتے ہی مولوی صاحب کی مقبولیت عامہ کو سخت دھچکا لگا۔ اب وہ صرف مبلغ احمدیت ہو کے رہ گئے۔ عام مسلمانوں نے ان کا بائیکاٹ کیا اور ان کو مسجدوں میں تقریر کرنے کی اجازت نہ دی‘‘

(اصحاب احمد جلد 14 صفحہ 30)

حضرت مولوی عبداللہ بوتالویؓ

حضرت مولوی صاحبؓ 20 مئی 1881ء کو جھنڈا سنگھ والا ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ 17 فروری 1901ء کو بیعت کی۔ 3/مئی 1952ء کو 71 سال کی عمر میں وفات پائی۔ بہشتی، مقبرہ ربوہ کے احاطہ خاص میں پہلی قبر آپؓ کی ہے۔

حضرت مولوی عبداللہ صاحبؓ انصاف پسند طبیعت کے مالک تھے۔ احمدیت قبول کرنے سے قبل ہی حق کی جانب جھکاؤ رکھتے تھے۔ اور لوگوں کو آپ کا اس طرف جھکاؤ بھی پسند نہ تھا۔ 1901ء میں آپ نے صداقت کو پوری طرح پہچان لیا اور اس کا کھلے عام اظہار کرنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی گاؤں میں آپ کی مخالفت کا شور پڑ گیا۔ آپؓ کی مخالفت میں تیزی لانے کے لئے ایک مخالف مولوی کو بلایا گیا۔ اس کی تفصّل بیان کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں۔

’’ایک دن میری عدم موجودگی میں قریب کے گاؤں بھوانی داس سے ایک اہل حدیث مولوی احمد علی کو بلوایا گیا۔۔۔ مولوی مذکور سے جمعہ پڑھوایا۔ اثناء واعظ اس مولوی نے لوگوں کو علماء اسلام کا ایک مطبوعہ فتویٰ پڑھ کر سنایا اور اخیر پر مولویوں کی مہریں لگی ہوئیں دکھلا کر کہا کہ دیکھو جس شخص پر اس قدر مولویوں نے کفر کا فتویٰ لگایا ہو وہ یا اس کی پیروی کرنے والا کب مسلمان ہوسکتا ہے۔ یہ کہہ کر لوگوں کو پیغام سلام کے ترک کرنے اور ہر طرح کے تعلقات قطع کر دینے کا فیصلہ سنایا۔ جب میں شام کو گاؤں واپس آیا تو میں نے سب کے طور بدلے ہوئے دیکھے۔ اور جن لوگوں کے ساتھ آباء و اجداد سے ہمارے گہرے تعلقات رہ چکے تھے ان کی آنکھیں بھری ہوئی ملاحظہ کیں۔ ہمارا پانی بھرنے والے ماشکیوں کو پانی بھرنے سے روک دیا گیا اور ہر طرح کا بائیکاٹ کر کے تکلیف دینا چاہی۔ حتّٰی کہ۔۔۔ گاؤں کے چند معتبر اشخاص کا مجمع ہمارے گھر پر آیا اور ہماری ڈیوڑھی میں بیٹھ کر اندر سے میری والدہ مرحومہ کو بلایا۔۔۔ ان میں سے ایک شخص جو ہم پر بہت امید رکھتا تھا یوں گویا ہوا۔ بے بے جی! آپ کے خاندان کا ہمیں بہت لحاظ ہے لیکن آپ کے بیٹے نے پرانے طریقے کو چھوڑ کر نیا طریقہ اختیار کرلیا ہے۔۔۔ اسے سمجھائیں اور اسے باز رکھیں۔ اس پر میری والدہ نے نہایت جرأت اور دلیری سے جواب دیا۔۔۔ مجھے اس کے عقیدے اور عمل میں کوئی برائی معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے میں کیوں اس کو منع کروں؟ اب جدھر اس کا راستہ ہے ادھر ہی ہمارا راستہ ہے۔ یہ کھرا کھرا جواب سن کر وہ سب اپنا سا مونہہ لے کر واپس چلے گئے۔۔۔ اس کے بعد لوگوں کے مقاطعہ سے میرے دل کو بہت صدمہ ہوا۔۔۔ دوستوں اور آشناؤں کا خشک اور روکھا سلوک میرے جذبات کو بہت ہی صدمہ پہنچانے کا موجب ہوا اور میں ہر وقت اسی سوچ بچار میں افسردہ خاطر رہتا تھا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ کیا تھا اور کیا ہوگیا۔۔۔‘‘

(اصحاب احمد جلد 7 صفحہ 183)

بالآخر مخالفت میں شدّت آجانے اور نت نئے مسائل کے پیدا ہونے پہ آپؓ کو اپنا گاؤں بوتالہ چھوڑنا پڑا۔ اور آپؓ بوتالہ سے ہجرت کر کے بھیرہ چلے گئے۔ یہاں آ کر پٹواری کا امتحان پاس کیا اور ملازمت اختیار کرلی۔ اس طرح اپنا گھر بار، دوست، رشتہ دار چھوڑ دئے لیکن اپنے ایمان کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق فرماتے ہیں کہ

’’یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے۔۔۔ ان کو خدا نے آخری زمانہ کے مامور اور مرسل کا صحابی بننے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور ان کی والہانہ محبت کے نظارے ایسے ہیں کہ دنیا ایسے نظارے صدیوں میں بھی دکھانے سے قاصر رہے گی‘‘

(الفضل 28 اگست 1941 صفحہ 4 کالم 3)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اندر ان بزرگ ہستیوں کا سا ایمان اور دینی جذبہ پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

بقیہ: حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار...... از صفحہ 3

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں اول خدا کی توحید اختیار کرو، دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 336)

پھر فرمایا:

’’میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک خداتعالیٰ سے ڈرو۔ دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 69)

پس محرم کے دنوں میں امن و آشتی کی تعلیم کے حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے درج ذیل پیغام کو لے کر آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔

’’آج جماعت احمدیہ کا یہ کام ہے کہ ایک مہم کی صورت میں دنیا کے سامنے اسلام کی امن اور آشتی کی جو حسین اور خوبصورت تعلیم ہے وہ پیش کریں۔ اور دنیا کے سامنے کھولیں کہ اسلام تو انصاف اور امن کی تعلیم کا علمبردار ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 131)

اس ناطہ سے ہم صلح و امن کا ماحول اپنے نفوس کے اندر بھی پیدا کریں، اپنے خاندانوں میں بھی، افراد جماعت میں بھی اور جماعت سے باہر بھی اور ہر احمدی امن کا پیغامبر بن کر ساری دنیا کو یہ پیغام دے رہا ہو۔

Love for all hatred for none

آج دنیا بھر میں دہشت گردی، لوٹ کھسوٹ، خون خرابہ اور قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ خاندان کے اندر بھی نفرتیں پنپ رہی ہیں اور خاندان کے باہر بھی امن وسکون میسر نظر نہیں آتا۔ جماعت احمدیہ ان خوش نصیبوں میں شامل ہے۔ جو امن وسکون کے ماحول میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ اندرون جماعت افراد خانہ سے پیار و محبت سے رہنے کی تلقین و یاددہانی حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی طرف سے ہوتی رہی ہے اور جماعت احمدیہ کی تعلیم کہ کسی توڑ پھوڑ اور Agitation میں حصہ نہیں لینا اور ہمیشہ ملک و قوم کے خیرخواہ رہنا ہے کے مطابق بیرون جماعت بھی امن ہی محسوس کرتے ہیں کیونکہ امن، صلح، آشتی دراصل خلافت ہی کی شاخ سے پھوٹنے والے شگوفے ہیں اور خلافت کی یہ ایک بہت بڑی برکت ہے کہ اس کے ذریعہ امن قائم ہوتا ہے۔ اس برکت کو وسیع تر کرنے کے لئے آئندہ آنے والے سال میں خلافت سے وابستگی کو مضبوط سے مضبوط تر کرکے امن وصلح کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس نئے سال کو ہم سب کے لئے، پوری جماعت کے لئے اور ساری دنیا کے لئے خیر و برکت کا موجب بنادے۔ آمین

(ابوسعید)

فقہی کارنر

اسلامی تعلیم کی خوبصورتی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الۡمَحِیۡضِ ۙ وَ لَا تَقۡرَبُوۡہُنَّ حَتّٰی یَطۡہُرۡنَ (الجزء نمبر 2 سورۃ البقرہ) یعنی حیض کے دنوں میں عورتوں سے کنارہ کرو اور ان کے نزدیک مت جاؤ یعنی صحبت کے ارادہ سے جب تک کہ وہ پاک ہولیں۔ اگر ایسی صفائی سے کنارہ کشی کا بیان وید میں بھی ہو تو کوئی صاحب پیش کریں۔ لیکن ان آیات سے یہ مراد نہیں خاوند کو بغیر ارادہ صحبت کے اپنی عورت کو ہاتھ لگانا بھی حرام ہے۔ یہ تو حماقت اور بیوقوفی ہوگی کہ بات کو اس قدر دور کھینچا جائے کہ تمدن کے ضرورات میں بھی حرج واقع ہو اور عورت کو ایام حیض میں ایک ایسی زہر قاتل کی طرح سمجھا جائے جس کے چھونے سے فی الفور موت نتیجہ ہے۔ اگر بغیر ارادہ عورت کو چھونا حرام ہوتا تو بچاری عورتیں بڑی مصیبت میں پڑجاتیں۔ بیمار ہوتیں تو کوئی نبض بھی دیکھ نہ سکتا۔ گرتیں تو کوئی ہاتھ سے اُٹھا نہ سکتا۔ اگر کسی درد میں ہاتھ پیر دبانے کی محتاج ہوتیں تو کوئی دبا نہ سکتا۔ اگر مرتیں تو کوئی دفن نہ کرسکتا کیونکہ ایسی پلید ہوگئیں کہ اب ہاتھ لگانا ہی حرام ہے۔ سو یہ سب نافہموں کی جہالتیں ہیں اور سچ یہی ہے کہ خاوند کا ایام حیض میں صحبت حرام ہو جاتی ہے لیکن اپنی عورت سے محبت اور آثار محبت حرام نہیں ہوتے۔‘‘

(آریہ دھرم، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 49 مطبوعہ نومبر 1984ء)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

دعا کا تحفہ

دشمن پر گرفت کی دعا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی دعا کی قبولیت کی اطلاع دی گئی اور انہیں ثابت قدمی اختیار کرنے اور جاہلوں کی پیروی نہ کرنے کی ہدایت دی گئی۔

رَبَّنَاۤ اِنَّکَ اٰتَیۡتَ فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَاَہٗ زِیۡنَۃً وَّ اَمۡوَالًا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۙ رَبَّنَا لِیُضِلُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِکَ ۚ رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰۤی اَمۡوَالِہِمۡ وَ اشۡدُدۡ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡا حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ ﴿۸۹﴾ (یونس: 89)

اے ہمارے رب! تو نے فرعون (کو) اور اس کی قوم کے بڑے لوگوں کو (اس) ورلی زندگی میں زینت (کے سامان) اور اموال دے رکھے ہیں مگر اے ہمارے رب! نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ وہ تیرے رستہ سے (لوگوں کو) برگشتہ کر رہے ہیں۔ پس اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو برباد کردے اور ان کے دلوں پر بھی سزا نازل کر جس کا یہ نتیجہ نکلے کہ جب تک وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 28)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

ایک سبق آموز بات

بعض اوقات لوگ قرض دیتے وقت قرض کی شرائط (مدت وغیرہ) ضبط تحریر میں نہیں لاتے اور نہ ہی کوئی گواہ کرتے ہیں حالانکہ یہ قرآنی حکم ہے، بعد میں اگر جب کوئی مسئلہ ہوتا ہے قرآن کے اس خوبصورت حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مشکل اور نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

طاہر احمد۔ نمائندہ الفضل آن لائن فن لینڈ

طلوع و غروب آفتاب

6/اگست2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:33	18:57
مدینہ منورہ	04:27	19:03
قادیان	04:16	19:21
ربوہ	03:56	19:01
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:06	20:42